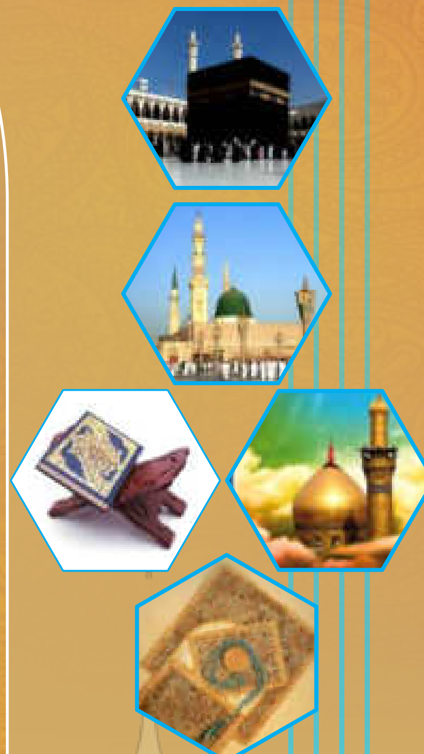
اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا

سلسلۂ نصابِ تعلیم تنظیم المکاتب

امامیہ دینیات

درجۂ پنجم



شایع کردہ

تنظیم المکاتب

ہندوستان

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا

سلسلۂ نصابِ تعلیمِ تنظیم المکاتب

امامیہ دینیات

درجۂ پنجم

شایع کردہ

تنظیم المکاتب

ہندوستان

iLovePDF

امامیہ دینیات

درجۂ پنجم

نام کتاب	امامیہ دینیات (پنجم)
کمپوزنگ اورڈرائینگ	علی مہذب نقوی خرد
ماہ وسنہ طباعت	جون ۲۰۱۹ء (پہلا ایڈیشن)
تعداد	پانچ ہزار
ناشر	تنظیم المکاتب لکھنؤ۔ ہندوستان
قیمت	₹

فہرست

عرض تنظیم

جس طرح ادارۂ تنظیم المکاتب کا قیام بانیٔ تنظیم مولانا سید غلام عسکری اعلیٰ اللہ مقامہ کی انفرادی سوچ کا نتیجہ تھا۔اُسی طرح مکاتب امامیہ کے لئے نصاب تعلیم کی تشکیل بھی انکی فکر یگانہ کی دین تھی۔نصاب کی ترتیب میں ان کے ساتھ تجربہ کار علماء،اہل قلم اور ماہرین تعلیم شامل تھے،جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آج سے تقریباً ۵۰ سال پہلے ۵ سال سے ۱۲ سال کے بچوں کے لئے عالم تشیع کا پہلا دینی نصاب عالم وجود میں آیا جو آج تک بے مثل و بے نظیر ہے۔

جس طرح ادارہ کے قیام کے بعد متعدد علاقائی ادارے عالم وجود میں آئے چاہے وہ معیار برقرار نہ رکھ سکے ہوں جو ادارۂ تنظیم المکاتب نے قائم کیا تھا۔اُسی طرح متعدد نصاب تعلیم بھی معرض وجود میں آچکے ہیں۔اگرچہ زیادہ تر ادارۂ تنظیم المکاتب کے نصاب کو الٹ پھیر کر کے پیش کیا گیا ہے اور اگر کچھ ندرت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے تو نہ بچوں کی زبان باقی رہ سکی ہے اور نہ سن وسال کے لحاظ سے مضامین کی ترتیب برقرار رہی ہے۔بعض نصابی کتب ایسی بھی شایع ہوئی ہیں جن میں تصاویر،مثالیں اور زبان بھی ایسی ہے جو مومنین ہند کے مزاج واحساس پر گراں گذرتی ہے۔

ادارہ نے اپنی نصابی کتب میں ہمیشہ اس بات کا خیال رکھا کہ کم سے کم قیمت میں کتابیں بچوں تک پہنچ سکیں رنگین طباعت اور آرٹ پیپر کے بجائے نارمل کاغذ، بلیک اینڈ وہائٹ طباعت کرا کے کتب شائع کی گئیں۔مگر بعض جو ہر ناشناس افراد نے شور کرنا شروع کر دیا کہ تنظیم المکاتب کا نصاب بہت قدیم ہے،اس کو بدل دیا جانا چاہئے۔جبکہ ایسا نہیں تھا کہ ۵۰ سال پہلے کا نصاب من وعن شائع ہورہا ہو بلکہ ہر بار طباعت سے قبل حتی الامکان نظر ثانی کر کے تجدید کردی جاتی تھی۔

ادارہ بھی عرصہ سے اس ضرورت کا احساس کررہا تھا کہ بچوں کی نصابی کتب کی ظاہری شکل وصورت بھی ایسی ہونا چاہیئے جو اسکولوں کی کتابوں کی طرح جاذب نظر اور دیدہ زیب ہو مگر ایسا کرنے سے قیمت میں کئی گنا اضافہ تردد کا شکار کئے ہوئے تھا۔لیکن جب یہ محسوس ہوا کہ صرف ظاہری شکل وصورت کو دیکھ کر نصاب تعلیم کے قدیم ہونے کا پروپگنڈہ اطفال قوم کو ایک اچھے نصاب تعلیم سے محروم کردے گا۔تو یہ فیصلہ لیا گیا کہ رنگین اور باتصویر نصاب شایع کیا جائے جس کے لئے ڈزائننگ کے ساتھ پھر سے کمپوزنگ کرائی گئی جس پر کافی اخراجات آئے ہیں۔اس لئے کتابوں کی قیمت میں کئی گنا اضافہ ہورہا ہے امید ہے کہ سرپرست حضرات اسے برداشت کریں گے۔

جدید اشاعت میں حسب ذیل امور پر خصوصی توجہ دی گئی ہے

- تمام اسباق جدید ترین معلومات اور نظریات پر مشتمل ہوں، مثالیں عصر حاضر سے ہم آہنگ ہوں تا کہ بچہ آسانی سے سمجھ سکے۔

اسباق میں ایسی تصاویر شامل ہوں جو اسباق کے سمجھنے میں بچوں کی مددگار ہوں اور سبق کے پیغام کو بچے کے ذہن تک منتقل کر دیں۔

- جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں زبان میں بھی تبدیلی کی گئی ہے اور حتی الامکان سخت الفاظ کو آسان الفاظ میں بدلنے کی کوشش کی گئی ہے۔
- بعض ایسے موضوعات پر اسباق شامل کئے گئے ہیں جن پر نصاب محیط نہیں تھا۔ اسی طرح بعض موضوعات پر حسب ضرورت اسباق کا اضافہ کیا گیا ہے۔
- ہر کتاب کے ساتھ مشق کی کاپی (Exercise Book) بھی تیار کی گئی ہے۔ ان کاپیوں کی اشاعت بھی انشاء اللہ نصاب کی اشاعت مکمل ہونے کے بعد آہستہ آہستہ کی جائے گی۔
- نصاب میں دینیات کی کتابوں کو اصول، فروع، تاریخ اور اخلاق چار حصوں میں تقسیم کر کے ان کے اسباق کو الگ الگ کر دیا گیا تھا۔ موجودہ ترتیب میں ان موضوعات کو مخلوط جیسی شکل دی گئی ہے تا کہ ایک تو بچہ ایک ہی طرح کا موضوع پڑھتے پڑھتے تکان اور بد دلی نہ محسوس کرے نیز امتحان میں ایک ہی موضوع پر کامیاب ہونے بھر کے نمبر حاصل کر کے باقی موضوعات سے ناواقف نہ رہ جائے۔ بلکہ ہر موضوع پر اس کے ذہن میں کچھ نہ کچھ معلومات آ جائیں۔
- ذوق تعلیم وتدریس رکھنے والے مومنین بالخصوص علماء کرام اور مدرسین عظام سے گذارش ہے کہ مکاتب امامیہ کے نصاب کو بہتر بنانے کے لئے اپنی تجاویز سے مطلع فرمائیں۔ آپ کی تجاویز ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

والسلام

(سید صفی حیدر)

سکریٹری

۱۵ر رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ

ہدایات برائے معلمین ومعلمات

- سبق کی عبارت خود نہ پڑھیں بلکہ بچوں سے باری باری پڑھوائیں پھر سمجھائیں۔
- سبق پڑھانے کے بعد بچوں سے ایسے سوالات کئے جائیں جنکے ذریعہ وہ سبق کے مفہوم کو سمجھ کر اپنے الفاظ میں بیان کریں۔
- صرف سبق کے بعد لکھے ہوئے سوالات کے جوابات یاد کرانے پر اکتفانہ کریں۔ بلکہ سبق سے مزید سوالات تلاش کر کے بچوں کو جواب لکھائیں نہیں بلکہ سکھائیں۔
- امتحان میں سبق سے کوئی بھی سوال پوچھا جاسکتا ہے چاہے وہ کتاب میں موجود نہ ہو۔
- عملی مسائل مثلاً وضو، تیمم، غسل ونماز وغیرہ کی عملی تعلیم ضرور دیں۔صرف زبانی طریقہ نہ یاد کرائیں۔
- بعض مدرسین ابتدائی درجات کے اسباق بچوں کو رٹا دیتے ہیں نتیجۃً بچے پہچان کر اور سمجھ کر نہیں پڑھتے۔لہٰذا اِس سے گریز کریں۔خاص کر اردو اور عربی قاعدہ میں یہ صورتحال دیکھنے کو ملتی ہے۔لہٰذا اردو اور عربی قاعدہ میں حروف اور الفاظ کی باقاعدہ شناخت کرائیں۔ پڑھانے کے بعد درمیان سے الفاظ پڑھوائیں۔
- یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض مدرسین ابتدائی درجات کے اسباق یاد کرانے کے لئے کلاس کے سارے بچوں کو کچھ دوسرے بچوں کے حوالہ کر دیتے ہیں۔یہ طریقہ مناسب نہیں ہے اور اصول تدریس کے خلاف ہے۔ہر سبق خود مدرس کو پڑھانا چاہئے یہاں تک کہ کلمہ، اذان واقامت اور سوروں وغیرہ کو بھی مدرس ہی یاد کرائے تاکہ آغاز سے ہی غلط یاد نہ کریں۔کیونکہ بعد میں درست ہونا مشکل ہوتا ہے۔

۱

پہلا سبق



ہم کیوں پیدا ہوئے؟

اس دنیا میں **اللہ** نے کوئی چیز بیکار نہیں بنائی ۔ ہر چیز کسی نہ کسی مقصد کے لئے بنائی ہے ۔سورج روشنی دیتا ہے۔ چاندرات کے اندھیرے میں اجالا کرتا ہے۔ بادل پانی برساتا ہے۔ پانی سے کھیتی ہری بھری ہوتی ہے۔جانورانسانوں کے بہت سے کام آتے ہیں۔سواری،کھیتی،سینچائی وغیرہ میں جانوروں سے کام لیا جاتا ہے۔



اللہ نے اِس دُنیا کی ہر چیز انسان کے لئے پیدا کی ہے اور انسان کو اپنی **عبادت** کے لئے پیدا کیا ہے۔

اس دنیا میں تم کو یہ اصول نظر آئے گا کہ ہر مخلوق اپنے سے **بلند مخلوق** کے لئے پیدا کی گئی ہے۔گھاس اس لئے پیدا ہوئی ہے کہ اسے جانور کھائے۔ جانور اس لئے پیدا ہوا ہے کہ وہ انسان کے کام آئے۔انسان سے بلند صرف خدا ہے لٰہذا انسان خدا کے احکام ماننے اور اس کی عبادت کرنے کے لئے پیدا ہوا ہے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام ایک دن بچپن میں راستے کے کنارے کھڑے تھے۔سب بچے کھیل رہے تھے۔ مگر **امام علیہ السلام** رو رہے تھے۔اُدھر سے بہلول نام کے ایک شخص کا گذر ہوا۔ **امامؑ** کو روتا دیکھ کر وہ شخص رُک گیا اور رونے کا سبب پوچھا۔تسلی دیتے ہوئے کہا میں آپ کے لئے بازار سے کھیلنے کا سامان لیکر آتا ہوں۔آپ بھی کھیلئے۔

حضرتؑ نے فرمایا: ہم انسانوں کو کھیلنے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہے۔

اُس شخص نے سوال کیا: پھر ہم کس لئے پیدا کئے گئے ہیں؟

حضرتؑ نے فرمایا: ہم کو اللہ نے علم حاصل کرنے اور عبادت کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ امامؑ نے اُسے قرآن مجید کی آیت بھی سنائی:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (سورۂ مومنون آیت ۱۱۵)

اس آیت میں خدا نے فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو بیکار نہیں پیدا کیا۔

وہ شخص **امامؑ** کی بات سن کر سمجھ گیا کہ یہ کوئی معمولی بچہ نہیں ہے۔ جب امامؑ وہاں سے چلے گئے تو اس شخص نے بچوں سے پوچھا یہ بچہ کون تھا؟

بچوں نے جواب دیا: یہ حضرت **علی نقی علیہ السلام** کے فرزند حضرت **امام حسین علیہ السلام** کی اولاد میں سے ہیں۔ اُس شخص نے پوچھا ان کا نام کیا ہے؟

جواب ملا: **حضرت حسن عسکری ابن امام علی نقی علیہما السلام**

بچو! دھیان رہے کہ یہ وہ مشہور **بہلولؒ دانا** نہیں ہیں جو **امام جعفر صادق علیہ السلام** کے صحابی تھے۔

بچو! امامؑ نے ہمیں سکھایا ہے کہ

- اپنی زندگی کو کھیل کود میں برباد نہ کریں۔
- ہر کام سے پہلے سوچ لیں کہ اللہ اس سے خوش ہوگا یا ناراض۔
- جن کاموں سے خدا ناراض ہوگا ان کو نہ کریں۔
- صرف وہ کام کریں جن سے خدا خوش ہو۔ چاہے نماز، روزہ جیسی عبادتیں ہوں یا ماں باپ کی خدمت یا کمزوروں اور غریبوں کا خیال رکھنے جیسے کام ہوں یا اپنے کنبہ والوں اور ضرورت مند مومنین کی مدد کے لئے محنت و مشقت کرنا یا تجارت اور کاروبار۔

۲

دوسرا سبق



صفات ثبوتیہ

- کوئی چیز بغیر بنانے والے کے نہیں بنتی ۔اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ اس دنیا کا بھی کوئی پیدا کرنے والا ضرور ہے اور اُس کو کسی نے پیدا نہیں کیا۔ وہ ہمارا اور ساری کائنات کا **خالق** ہے۔
- **خدا** کے ماننے والے کا فرض ہے کہ خدا جیسا ہے اس کو ویسا ہی مانے ، نہ اس کی مورتی بنائے ، نہ دماغ میں اس کی تصویر سوچے اس لئے کہ ہاتھوں سے بننے والا مجسمہ یا دماغ میں بننے والی خیالی تصویر دماغ کی پیداوار ہوتی ہے اور **خدا** **خالق** ہے مخلوق نہیں ہے۔
- اُس کی معرفت کے لئے اُس کے **صفات** میں سے چند اہم **صفات** کا جاننا ضروری ہے۔اُنھیں کو صفات ثبوتیہ کہا جاتا ہے۔

صفات ثبوتیہ حسب ذیل ہیں:

قدیم

- یعنی وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا کیونکہ نہ اُس کو کسی نے پیدا کیا ہے اور نہ اُس کو موت آ سکتی ہے۔

قادر

- یعنی کسی کام کے کرنے پر مجبور نہیں ہے۔

عالم

- یعنی سب کچھ جانتا ہے۔اس لئے اس کے کسی کام میں کبھی کوئی گڑبڑی نہیں ہوتی۔

مدرک

• یعنی بغیر دماغ کے سب کچھ جانتا ہے۔ کسی چیز کے جاننے کے لئے حواسِ خمسہ یعنی دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے کی قوتوں کا محتاج نہیں ہے۔ بغیر آنکھ کے سب کچھ دیکھتا ہے، بغیر کان کے ہر آواز سنتا ہے۔ وہ اگر علم وادراک اِن قوتوں کے ذریعہ حاصل کرے تو محتاج ہو جائے گا اور محتاج خدا نہیں ہو سکتا۔

حی

• یعنی ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ وہ سب کو زندگی دیتا ہے مگر اُسے نہ کسی نے زندگی دی ہے نہ اُسے کوئی زندگی دے سکتا ہے۔

مرید

• یعنی جو کام جب چاہتا ہے کرتا ہے اور جب چاہتا ہے نہیں کرتا ہے۔ جب چاہتا ہے سورج کو چمکاتا ہے۔ جب چاہتا ہے چاند نکالتا ہے۔ جب چاہتا ہے پانی برساتا ہے۔ جب چاہتا ہے روک دیتا ہے۔ نہ وہ کسی کام کے کرنے پر مجبور ہے، نہ کوئی اس کو کسی کام کے لئے مجبور کر سکتا ہے۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ بچوں یا بادشاہوں کی طرح من مانی کرتا ہے۔ اُس کا کوئی عمل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

متکلم

• یعنی جس چیز میں چاہتا ہے آواز پیدا کر کے اپنے بندوں سے باتیں کرتا ہے جیسے جناب موسیٰ علیہ السلام سے درخت میں آواز پیدا کر کے باتیں کیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شب معراج حضرت علی علیہ السلام کے لہجہ میں باتیں کیں۔

صادق

• یعنی وہ ہر بات میں سچا ہے اُس کا ہر وعدہ پکا ہے۔ اس لئے کہ جھوٹ ایک برائی ہے اور خدا ہر برائی سے پاک ہے۔

٣

تیسرا سبق



صفاتِ سَلبِیَّہ

بچو! پچھلے سبق میں تم پڑھ چکے ہو کہ صرف خدا کو مان لینا ہی کافی نہیں بلکہ وہ جیسا ہے ویسا ہی ماننا ضروری ہے۔ اس لئے جس طرح اُن کے صفات کا جاننا ضروری ہے جو اُس کے کمال کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور جنھیں **صفات ثبوتیہ** کہا جاتا ہے اُسی طرح اُن صفات کو جاننا بھی ضروری ہے جو نقص اور عیب ہیں اس لئے کہ اللہ کی ذات ہر نقص اور عیب سے پاک ہے۔ اُنھیں صفات کو صفات سلبیہ کہا جاتا ہے۔



جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

١ خدا مُرَکَّب نہیں:

مرکب وہ چیز ہوتی ہے جو کئی چیزوں سے مل کر بنتی ہے جیسے: چائے جو پانی، چائے کی پتّی، شکر اور دودھ سے مل کر بنتی ہے۔

خدا ایسا نہیں کہ وہ کچھ چیزوں کے ملنے سے بنا ہو۔ چائے کے اجزاء شکر اور پانی وغیرہ ہیں اور خدا کا کوئی جز نہیں ہے اس لئے کہ شکر اور پانی وغیرہ پہلے سے ہوتے ہیں، چائے بعد میں بنتی ہے۔ اگر خدا بھی کچھ اجزا سے مل کر بنا ہوتا تو اجزا پہلے ہوتے اور وہ خود بعد میں ہوتا۔

اس طرح نہ وہ قدیم رہتا نہ خالق۔ بلکہ مخلوق ہوتا، جو پہلے نہیں ہوتا ہے پھر ہو جاتا ہے۔



۲ خدا کا کوئی جسم نہیں ہے:

اس لئے کہ جسم مرکب اور مخلوق ہوتا ہے اور خدا نہ مخلوق ہے، نہ مرکب۔

۳ خدا کی صفتیں زائد بر ذات نہیں:

یعنی خدا کی صفتیں اس کی ذات سے الگ نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر اس کی ذات اور اس کی صفتیں الگ الگ ہوں گی تو کوئی ایسا وقت ماننا پڑے گا جب خدا کی ذات اُن صفات سے الگ ہو۔

اور ذاتی طور پر خدا ان صفتوں سے خالی ہوگا اور جس کی ذات صفات سے الگ ہو وہ خدا نہیں ہوسکتا۔

۴ خدا مرئی نہیں:

یعنی اس کو دنیا اور آخرت میں کہیں بھی کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ کیونکہ صرف جسم کو دیکھا جا سکتا ہے اور خدا کا کوئی جسم نہیں۔



۵ خدا کسی چیز میں حلول نہیں کرتا:

جس طرح گرم کرنے پر پانی میں گرمی سما جاتی ہے یا برف میں ٹھنڈک سمائی ہوئی ہے، یا جسم میں روح سما جاتی ہے۔

اسی طرح خدا نہ کسی چیز میں سما سکتا ہے، نہ کوئی چیز اس میں سما سکتی ہے۔ کیونکہ حلول جسموں میں ہوتا ہے اور خدا جسم نہیں رکھتا۔



۶ خدامکان نہیں رکھتا:

یعنی نہ خدا کے رہنے کی کوئی خاص جگہ ہے، نہ اُس کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ اشارہ جسم کی طرف کیا جاتا ہے اور خدا جسم نہیں رکھتا۔

۷ خدا محَلِّ حوادث نہیں:

یعنی خدا میں بدلنے والی کوئی چیز نہیں۔ بدلنے والی چیز نہ ہمیشہ سے ہوتی ہے نہ ہمیشہ رہتی ہے جبکہ خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

۸ خدا کا کوئی شریک نہیں:

یعنی نہ خدا کی ذات میں کوئی اُس کا شریک ہے، نہ اُس کی صفتوں میں کوئی اس کا شریک ہے، نہ اُس کے کاموں میں کوئی اس کا شریک ہے اور نہ اُس کے علاوہ کسی کی عبادت کی جاسکتی ہے۔ وہ ایک اور اکیلا ہے اور ہر لحاظ سے لاشریک ہے۔



چوتھا سبق

۴



خدا کی ذات اور صفات

ہم جب پیدا ہوتے ہیں تو نہ کوئی بات سمجھ سکتے ہیں، نہ کچھ بول سکتے ہیں، نہ کوئی کام کر سکتے ہیں۔ بڑے ہو کر ہم میں اچھی یا بری صفتیں پیدا ہوتی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم اور ہیں اور ہماری صفتیں اور ہیں۔ یعنی ہماری ذات اور ہے اور ہماری صفات اور ہیں۔

لیکن خدا کو کسی نے پیدا نہیں کیا ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور اُسکی صفتیں بھی ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔

اُسکی ذات اور صفتوں میں نہ کوئی فرق ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ اُسکی صفتیں عین ذات ہیں۔

وہ خود ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ سے عالم بھی ہے، قادر بھی ہے، باکمال بھی ہے۔ اُس کا کمال اُس کی ذات سے الگ نہیں ہے۔ چونکہ خدا ایک ہے اور اُسکی ذات وصفات الگ نہیں۔ اُس کے کسی بھی قسم کے حصے نہیں ہو سکتے۔ جو اُس کی ذات ہے وہی اُسکی صفات ہیں اور جو صفات ہیں وہی اُس کی ذات ہے۔

اگر خدا کی ذات اور صفات الگ الگ ہوں گی تو اُس کے دو حصے ہو جائیں گے اور وہ ایک نہ رہے گا۔

پانچواں سبق



دین وشریعت

انسانی زندگی کے لئے الٰہی نظام کا نام دین ہے۔جس کے دو حصہ ہیں **عقائد اور احکام**۔عقائد کبھی نہیں بدلتے اور احکام کچھ نا قابل تبدیل ہوتے ہیں اور کچھ حالات اور انسانی ضروریات کے تحت بدلتے رہتے ہیں۔

الٰہی نظام زندگی کے نا قابل تبدیل حصہ کا نام دین ہے۔اور تبدیلی قبول کرنے والے حصہ کا نام شریعت ہے۔اسلئے دین ایک تھا، ایک ہے اور ایک رہے گا۔قران مجید میں ہے:



إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (سورۂ ال عمران، آیت نمبر ۱۹)

یعنی

”بے شک دین اللہ کے نزدیک بس اسلام ہے۔“

لیکن آغاز دین سے ابتک متعدد شریعتیں رہی ہیں۔عبادت کا حکم نا قابل تبدیل ہے۔لیکن عبادت کا طریقہ اور شکل وصورت، شریعتیں بدلنے کے ساتھ بدلتی رہی ہیں۔روزہ پچھلی امتوں پر بھی واجب تھا۔لیکن ماہ رمضان کا روزہ شریعت محمدی کا حصہ ہے۔

اس بات کو یوں سمجھو کہ جس طرح مکان کے لئے چہار دیواری اور دریا کے لئے گھاٹ ضروری ہے اسی طرح دین

کے عقائد اور اصول وقواعد کی حفاظت کے لئے احکام اور اُن کے مطابق اعمال ضروری ہیں جن کے ذریعہ ان عقائد اور اصول و قواعد کو زندہ رکھا جاسکے اور انسانی زندگی کو اُن سے الگ نہ ہونے دیا جائے۔ اُنھیں احکام کے مجموعہ کا نام شریعت ہے۔

عربی زبان میں شریعت دریا کے گھاٹ کو کہتے ہیں۔ گھاٹ کا کام یہ ہے کہ دریا کو بہنے دے اور پیاسوں کو دریا سے فائدہ اٹھانے کا راستہ دے۔

شریعت کا کام بھی یہی ہے کہ وہ دین کے ماننے والوں کو دین سے فائدہ اٹھانے کا راستہ دیتی ہے۔

نماز شریعت کا ایک حکم ہے۔ یہ اپنی نیت سے توحید کی یاد دلاتی ہے۔ سورہ حمد کی تلاوت، خدا کے اوصاف اور قیامت کے عقیدہ کے ساتھ صراط مستقیم پر قائم رہنے کی تعلیم دیتی ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ

یعنی

"ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرماتا رہ"

اس کے بعد

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

یعنی

"اُن کا راستہ جن پر تو نے اپنی نعمتیں نازل کی ہیں۔"



نبوت وامامت کی یاد دلاتی ہے۔

نماز اصول دین اور عقائد کو یاد دلانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ یہ چوبیس گھنٹے میں کئی مرتبہ عقائد کی یاد تازہ کرتی ہے اور یہ بتاتی ہے کہ عقائد سے فائدہ اٹھانے کا تنہا راستہ عبادت وعمل ہے۔

عمل کے بغیر عقیدہ میں جان نہیں پیدا ہوتی۔ جس طرح گھاٹ نہ ہو تو دریا میں پانی رہے اور انسان پیاسے رہیں گے۔ اُسی طرح اگر شریعت پر عمل نہ کیا گیا تو دین کے ہوتے ہوئے انسان نظام زندگی کے لئے ترستا رہے گا اور وہ بدنظمی کا شکار ہو جائے گا۔

٦

چھٹا سبق



مَیِّت کے اَحکام

موت کے ساتھ انسان کے عمل کی قوت ختم ہو جاتی ہے اور میت سے مربوط تمام امور کی ذمہ داری زندہ لوگوں پر آجاتی ہے۔

اُن میں سے اکثر امور وہ ہیں جن کو کچھ لوگ ادا کر دیں تو باقی لوگوں سے ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے۔ اور کوئی بھی ادا نہ کرے تو ہر باخبر مومن گنہگار ہوگا۔ لہٰذا ان ذمہ داریوں کو بیان کیا جا رہا ہے۔



اِحْتِضَار یعنی موت کا وقت

جانکنی کے وقت جو لوگ مرنے والے کے پاس موجود ہوں ان پر واجب ہے کہ مرنے والے کو اس طرح چت لٹا دیں کہ اس کا منھ اور پیروں کے تلوے قبلہ کی طرف ہوں۔

یہ حکم ہر مرنے والے کے لئے ہے چاہے مرنے والا مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا جوان یا بوڑھا۔

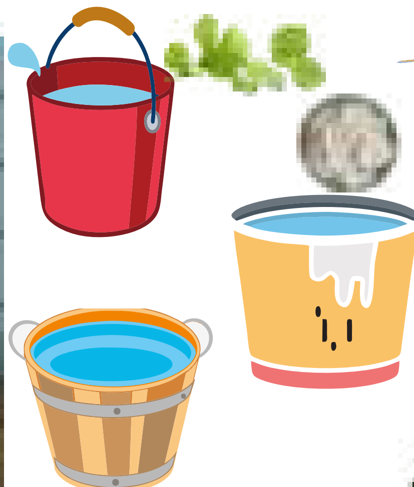
غسل میت

• **ہر مسلمان کی میت کو غسل دیناواجب ہے۔**

اگر میت کا صرف سینہ کا حصہ یا کوئی ہڈی ملے یا ایسا ٹکڑا ملے جس میں کوئی ہڈی موجود ہو تب بھی اس کو غسل دیناواجب ہے۔

اس بچہ کی میت کا غسل بھی واجب ہے جس کا اسقاط ہو گیا ہو۔اور حمل چار مہینہ یا اس سے زیادہ کا رہا ہو۔





• **میت کو تین غسل دیناواجب ہے:**

پہلے بیری کے پانی سے۔

پھر کافور کے پانی سے۔

پھر خالص پانی سے۔

غسل کا طریقہ

غسل سے پہلے میت کے سارے جسم کو پاک کرے اور اُن چیزوں سے صاف کرے جو پانی پہنچنے میں رکاوٹ بن سکتی ہوں۔اس کے بعد بیری کی تھوڑی سی پتی کچل کر پانی میں ملائے۔

■ اس کے بعد نیت کر کے اسی پانی سے پہلے **میت** کے **سر و گردن** کو دھوئے،پھر ذرا کروٹ کر کے اس کے داہنے حصہ ٔ بدن کو گردن سے پیر کی انگلیوں تک،پھر اسی طرح بائیں حصہ ٔ بدن کو دھوئے۔

■ اس کے بعد دوسرے خالص پانی میں تھوڑا کافور ملا کر نیت کر کے اسی طرح غسل دے۔

■ اس کے بعد نیت کر کے خالص پانی سے اسی طرح غسل دے۔جسم کے ہر حصے کو دھونے میں تھوڑا سا بڑھا کر دھوئے۔تا کہ اس حصہ کے دھلنے کا یقین ہو جائے جس کا دھونا واجب ہے۔

حنوط

میت کو غسل دینے کے بعد اس کے ساتوں مقامات سجدہ یعنی دونوں پیروں کے انگوٹھوں، دونوں گھٹنوں، پیشانی اور دونوں ہتھیلیوں پر کافور ملنا واجب ہے۔شہید اور حالت احرام میں مرنے والے کا حنوط نہیں کیا جائے گا۔







کفن

- میت مرد کی ہو یا عورت کی، کفن میں تین کپڑے دینا واجب ہے۔

- پیراہن
- لنگی
- چادر

مگر مرد کی میت کو ان تین واجب کپڑوں کے علاوہ ایک ران پیچ، ایک عمامہ اور ایک چادر دینا مستحب ہے۔

عورت کی میت کو ایک ران پیچ، مقنعہ، سینہ بند، اور ایک چادر دینا مستحب ہے۔

بُرد یمانی دینا دونوں کے لئے مستحب ہے۔



کفن دینے کا طریقہ

کفن پہنانے سے پہلے کفن بچھانا پڑتا ہے۔جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے وہ کپڑا بچھائیں جو سب سے آخر میں میت کو پہنایا جائے گا یعنی چادر اور سب کے آخر میں وہ کپڑا بچھائیں جو سب سے پہلے میت کو پہنایا جائے گا یعنی لنگی یا ران پیچ اس طریقہ کے مطابق پہلے چادر بچھائیں۔ چادر کے اوپر پیراہن گریبان کو پھاڑ کر آدھا بچھائیں اور آدھا سر کی جانب نکلا رہنے دیں، پھر چادر کے آدھے نچلے حصہ پر لنگی بچھائیں اور لنگی کے اوپری حصہ پر ران پیچ رکھ دیں جس کے اس سرے کو جو کمر کی طرف رہے گا لمبائی میں اتنا پھاڑ دیں کہ کمر پر لپیٹ کر باندھا جا سکے۔

اب ان کپڑوں پر میت کو لٹا کر ران پیچ کے دونوں سرے جو پھاڑ کر بنائے گئے ہیں کمر میں اس طرح باندھیں کہ گرہ ناف پر پڑے۔اس کے بعد میت کی شرمگاہ پر روئی رکھ کر ران پیچ کا دوسرا سرا اس بندھی ہوئی گرہ سے اس طرح نکالیں کہ

لنگوٹ کی طرح ہوجائے اور روئی نہ گرنے پائے۔

اس کے بعد دونوں پیروں کو ملا کر لنگی سے لپیٹ دیں، اس کے بعد پیراہن جو سر کی جانب نکلا ہوا ہے پہنا دیں۔

اگر عمامہ ہے تو سر پر باندھ کر اس کے دونوں سرے سینے پر ڈال دیں اور جریدتین یعنی بید یا کھجور یا بیر کی دو تازہ شاخیں لے کر ان پر شہادتین لکھیں اور ان پر روئی لپیٹ کر ایک داہنی جانب جسم سے ملا کر بغل کے نیچے کمر تک اور دوسری بائیں جانب پیراہن کے اوپر ہنسلی کے پاس رکھ دیں اس کے بعد چادر کو دونوں طرف سے اوڑھا دیں اور لپیٹ کر پیر، کمر اور سر کے پاس باندھ دیں۔

عورت کی میت کو پہلے ران پیچ اور لنگی پہنائیں اس کے بعد سینہ بند پہنا کر پیراہن پہنائیں پھر مقنعہ پہنا کر چادر لپیٹ دیں۔



۷

ساتواں سبق



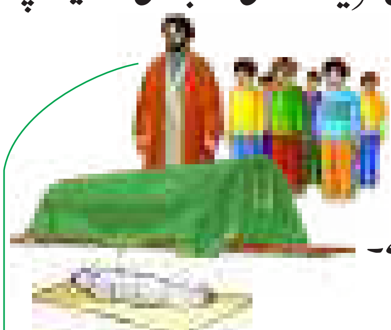
نمازِ مَیّت

نماز میت

چھ سال یا اس سے زیادہ عمر والے ہر مسلمان کی نماز جنازہ واجب ہے خواہ وہ شیعہ ہو یا غیر شیعہ، عادل ہو یا فاسق، مرد ہو یا عورت، یہاں تک کہ خودکشی کر کے مر جانے والے کی بھی نماز میت واجب ہے۔

نمازِ میت فرادیٰ بھی ہوسکتی ہے اور جماعت سے بھی۔ لیکن جماعت کی صورت میں امام جماعت کو عادل ہونا چاہئے اور دوسرے تمام ماموین کو بھی امام کی طرح دعائیں پڑھنا چاہئے، خاموش کھڑے نہیں رہنا چاہئے، کیونکہ اس صورت میں نہ صرف یہ کہ خاموش کھڑے رہنے والے کی نماز درست نہیں ہوگی بلکہ ایسے لوگ دوسرے ماموین کے لئے حائل بن کر ان کی نماز میں بھی خلل پیدا کر سکتے ہیں۔ اگر ان کا اتصال امام تک ایسے ہی لوگوں کے ذریعہ سے ہو۔

نماز میت ایسی جگہ ہونا چاہئے جہاں زیادہ سے زیادہ لوگ نماز میں شریک ہوسکیں۔ مسجد میں نماز میت پڑھنا مکروہ ہے۔





نماز میت کے حسب ذیل شرائط ہیں:

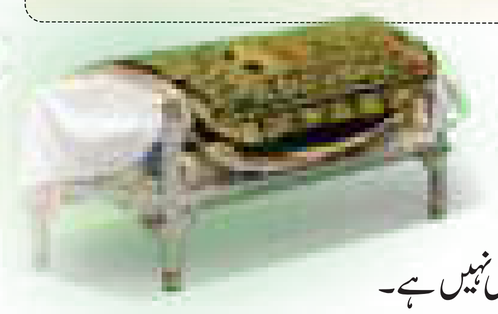
۱. میت سامنے موجود ہو۔ شریعت میں غائبانہ نماز کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

۲. نماز گذار روبہ قبلہ ہو۔

۳ میت کا سر نمازی کے داہنی طرف ہو۔

۴ اگر نماز فرادیٰ پڑھ رہا ہو تو نمازی میت کے کسی حصے کے سامنے کھڑا ہو۔

اکثر مقامات پر بہت سے افراد ایک ساتھ کھڑے ہو کر جماعت کی نیت کے بغیر نماز میت پڑھ لیتے ہیں۔ ایسے میں صرف انھیں کی نماز صحیح ہوگی جن کے سامنے میت کا کوئی حصہ پڑے۔ داہنے بائیں یا دوسری تیسری صف والوں کی نماز باطل ہوگی۔



۵ نماز غسل و کفن کے بعد ہو۔

۶ نماز ولی میت کی اجازت سے ہو۔

۷ نماز حالت قیام میں ادا کی جائے۔ اگر قیام کر سکنے پر قادر ہو۔

نماز میت پڑھنے والے کے لئے حَدَث اور خبث سے طہارت لازمی نہیں ہے۔

اسلئے

- وضو اور غسل یا تیمم کے بغیر بھی نماز میت پڑھی جاسکتی ہے۔
- نجس کپڑوں یا نجس بدن کے ساتھ بھی نماز میت پڑھی جاسکتی ہے۔

مستحب ہے کہ نماز میت پا برہنہ پڑھی جائے۔

اگر میت نماز کے بغیر دفن ہوگئی ہے تو نماز میت اس کی قبر پر پڑھی جائے گی۔ ہاں اگر یہ اطمینان ہو جائے کہ اس کا بدن قبر میں پھٹ کے بکھر گیا ہوگا تو پھر قبر پر نماز میت نہیں پڑھی جائے گی۔

نماز میت کا طریقہ

نماز میت کے دو طریقے ہیں: ۱ مختصر ۲ مفصل

مختصر طریقہ

پہلے نیت کرے نماز میت پڑھتا ہوں واجب قُربَةً اِلَی اللهِ پھر تکبیر کہہ کر پڑھے:

۱ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ۔

یعنی

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

٢

پھر تکبیر کہے اور صلوات پڑھے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

یعنی

اے پروردگار محمدؐ اور انکی آلؑ پر رحمت نازل فرما

٣

پھر تکبیر کہہ کر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

یعنی

اے پروردگار سارے مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو بخش دے

٤

پھر تکبیر کہے اور اگر مرد کی میت ہو تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِھٰذَا

یعنی

اے پروردگار اس کو بخش دے۔

٥

اور اگر میت عورت کی ہے تو چوتھی تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِھٰذِہٖ

یعنی

اے پروردگار اس کو بخش دے۔

٦

اگر نابالغ بچے کی میت ہے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لِاَبَوَیْهِ وَلَنَا سَلَفاً وَّفَرَطاً وَّاَجْراً

یعنی

اۓ معبود! اس کو اس کے ماں باپ کے لئے اور ہمارے لئے پیش رو، جزا میں اضافہ اور اجر قرار دے۔

٧

اور اگر نابالغ بچی کی میت ہو تو یہ دعا پڑھے:

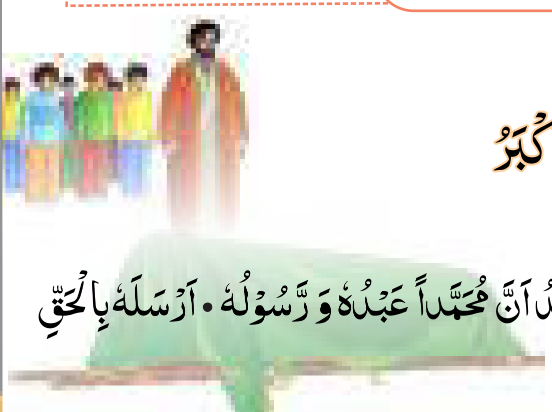
اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لِاَبَوَیْھَا وَلَنَا سَلَفاً وَّ فَرَطاً وَّ اَجْراً

یعنی

اۓ معبود! اس کو اس کے ماں باپ کے لئے اور ہمارے لئے پیش رو، جزا میں اضافہ اور اجر قرار دے۔

٨ پھر تکبیر کہہ کر نماز ختم کر دے۔

مفصل طریقہ



- نماز جنازہ کی نیت کر کے کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر کہیں: اَللّٰہُ اَکْبَرُ

- تکبیر کے بعد پڑھیں

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ۔ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِیْراً وَّ نَذِیْراً بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَةِ۔

پھر کہیں اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور تکبیر کے بعد پڑھیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَارْحَمْ مُحَمَّداً وَّ آلَ مُحَمَّدٍ ۔ کَاَفْضَلِ مَا صَلَّیْتَ وَ بَارَکْتَ وَ تَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَآلِ اِبْرَاھِیْمَ ۔ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ الشُّھَدَآءِ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ جَمِیْعِ عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ ۔

پھر کہیں اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور تکبیر کے بعد پڑھیں

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَآءِ مِنْھُمْ وَ الْاَمْوَاتِ ۔ تَابِعْ بَیْنَنَا وَبَیْنَھُمْ بِالْخَیْرَاتِ ۔ اِنَّكَ مُجِیْبُ الدَّعْوَاتِ ۔ اِنَّكَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ ۔

پھر کہیں اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور تکبیر کے بعد مرد کی میت کے لئے پڑھیں :

اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا عَبْدُكَ وَ بْنُ عَبْدِكَ وَ بْنُ اَمَتِكَ ۔ نَزَلَ بِكَ وَاَنْتَ خَیْرُ مَنْزُوْلٍ بِہٖ ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْہُ اِلَّا خَیْراً وَّ اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنَّا ۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ مُحْسِناً فَزِدْ فِیْ اِحْسَانِہٖ وَ اِنْ کَانَ مُسِیْئاً فَتَجَاوَزْ عَنْہُ وَاغْفِرْ لَہٗ ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ عِنْدَكَ فِیْ اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ وَ اخْلُفْ عَلٰی اَھْلِہٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَ ارْحَمْہُ بِرَحْمَتِكَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۔



عورت کی میت کے لئے :

اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذِہٖ اَمَتُكَ وَ ابْنَۃُ عَبْدِكَ وَ ابْنَۃُ اَمَتِكَ ۔ نَزَلَتْ بِكَ وَ اَنْتَ خَیْرُ مَنْزُوْلٍ بِہٖ ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْھَآ اِلَّا خَیْراً وَّ اَنْتَ اَعْلَمُ بِھَا مِنَّا ۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَتْ مُحْسِنَۃً فَزِدْ فِیْ اِحْسَانِھَا وَ اِنْ کَانَتْ مُسِیْئَۃً فَتَجَاوَزْ عَنْھَا وَ اغْفِرْ لَھَا ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا عِنْدَكَ فِیْ اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ وَ اخْلُفْ عَلٰی اَھْلِھَا فِی الْغَابِرِیْنَ وَ ارْحَمْھَا بِرَحْمَتِكَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

پھر تکبیر کہہ کر نماز ختم کر دے۔

ایک میت کی دو مرتبہ نماز جنازہ پڑھنی مکروہ ہے لیکن اگر میت کسی دینی لحاظ سے بزرگ شخصیت کی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

۸

آٹھواں سبق



کاندھا دینے کا طریقہ

کاندھا دینے کا طریقہ

بچو!

میت کو کاندھا دینے کے بہت سے آداب ہیں جنکا عام طور پر لوگ خیال نہیں کرتے۔ ہم تمھیں صحیح طریقہ بتاتے ہیں تا کہ بڑے ہو کر تم خود بھی صحیح طریقہ سے میت کو کاندھا دو اور دوسروں کو بھی بتا سکو۔ اسے تشیع جنازہ کہتے ہیں۔

جنازہ اٹھانے والوں کا رخ میت کے سر کی جانب ہونا چاہیئے۔ یعنی جنازہ اس طرح لیکر چلنا چاہیئے کہ میت کا سر آگے کی جانب رہے۔

کاندھا اس طرح دینا چاہیئے کہ ایک آدمی جنازہ کے داہنے شانے اور دوسرا آدمی اُس کے داہنے پیر والے حصہ کو اپنے کاندھے پر اٹھائے۔

اسی طرح ایک آدمی میت کے بائیں شانے اور دوسرا میت کے بائیں پیر والے حصہ کو اپنے کاندھے پر اٹھائے۔

چند قدم لے جانے کے بعد جو آدمی میت کے داہنے شانے کو اٹھائے ہو وہ میت کے داہنے پیر کی جگہ آ جائے اور ایک نیا آدمی اس کی جگہ آ جائے۔ وہاں کا آدمی بائیں پیر کی جگہ اور وہاں کا آدمی میت کے بائیں شانے کی جگہ اور وہاں کا آدمی میت کے پائینتی سے ہو کر اس کے داہنے شانے کی جگہ چلا جائے۔

اسی طرح برابر کاندھا بدلتے ہوئے قبر تک لے جائیں۔



دفن کا طریقہ

میت کو زمین میں اس طرح چھپانا واجب ہے کہ جانوروں سے محفوظ رہے اور بدبو نہ پھیلے۔ ایک درمیانی قد کے انسان یا اس کے گلے تک گہری قبر بنانا مستحب ہے۔

دفن میں مندرجہ ذیل باتوں کا لحاظ رکھنا چاہئے:

۱ میت کو یکا یک قبر میں نہ اتارنا چاہئے بلکہ قبر کی طرف اس طرح آہستہ آہستہ لے جانا چاہئے۔ اس طرح کہ قبر سے چند میٹر کے فاصلہ پر مرد کی میت کو دو جگہ زمین پر رکھ کر تیسری بار قبر کے پائینتی لا کر رکھیں اور چوتھی بار سر کی طرف سے قبر میں اس طرح اتاریں کہ سر نیچا نہ ہو۔

میت کو قبر میں داہنی کروٹ کر کے اس طرح لٹا دیں کہ اس کا پورا جسم قبلہ رخ ہو جائے۔ اس کے بعد کفن کی گرہیں کھول دیں تا کہ میت کا منھ کھلا رہے اور **میت کا داہنا رخسار** زمین پر پہنچ جائے اور نیچے ذرا سی مٹی رکھ کر سر کو کچھ بلند کر دیں۔

۲ عورت کی میت کو تیسری بار قبر کے پہلو میں قبلہ کی طرف رکھ کر چوتھی بار پہلو کی طرف سے اس طرح اتاریں کہ سر نیچا نہ ہو۔ عورت کے جنازہ کو قبر میں اتارتے وقت قبر پر کسی کپڑے کا سائبان کی طرح رکھنا مستحب ہے۔

بچو!

دھیان دو اس سلسلہ میں اکثر جگہ لوگ غلطی کرتے ہیں اور میت کو بس ذرا سا قبلہ کی طرف ترچھا کر دیتے ہیں جبکہ تقریباً کروٹ لٹانا چاہیئے تا کہ پورا بدن قبلہ رخ ہو جائے کیونکہ صرف چہرے کا قبلہ رخ ہونا کافی نہیں۔

جو شخص قبر میں اترے اس کا باطہارت اور ننگے سر، ننگے پاؤں ہونا مستحب ہے۔ اس کے لئے مستحب ہے کہ خود قبر میں ایک طرف کھڑا ہو تا کہ میت اس کے دونوں پیروں کے درمیان نہ ہو جائے اور سورۂ حمد، سورۂ فلق، سورۂ توحید، آیت الکرسی اور اَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھتا رہے اور قبر سے باہر نکلنے سے پہلے میت کو تلقین پڑھائے اور قبر کی پائنتی کی جانب سے باہر آئے۔ اسکے بعد تختے لگا کر مٹی ڈالے۔ مستحب ہے کہ داہنے ہاتھ کی پشت سے مٹی ڈالی جائے۔ بعض لوگ مٹھی میں اٹھا کر مٹی پھینکتے ہیں۔ یہ مناسب طریقہ نہیں۔



دفن کے بعد

قبر کی اونچائی زمین سے چار بند یا کھلی ہوئی انگلیوں کے برابر ہونا چاہیئے۔ قبر کی لمبائی، قبر کی چوڑائی سے زیادہ رکھنا چاہیئے۔

قبر پر اس طرح پانی چھڑکنا مستحب ہے کہ پانی ڈالنے والا قبلہ رخ ہو کر قبر کے سرہانے سے پانی گراتا ہوا پائنتی کی طرف سے لاکر دوسری جانب سے قبر کے سرہانے تک پہنچائے اور جو پانی بچ رہے اس کو قبر کے درمیان ڈال دے۔ دفن کے بعد چالیس دن تک روزانہ اسی طرح قبر پر پانی ڈالنا اچھا ہے۔ قبر پر پانی ڈالنے کے بعد اس طرح ہاتھ رکھ کر کہ داہنے ہاتھ کی پانچوں انگلیاں قبر کی مٹی میں در آئیں سات مرتبہ سورۂ اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰہُ پڑھے اور میت کی مغفرت کے لئے دعا کرے۔

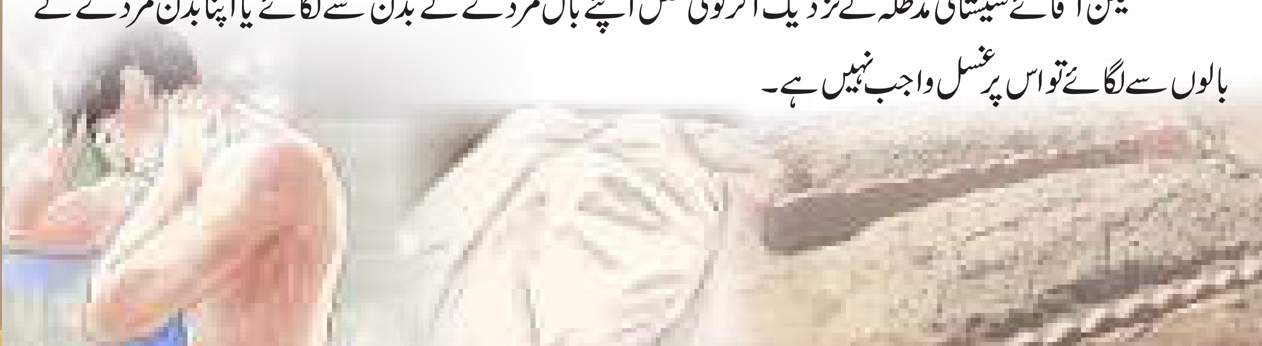


- قبر پر ہاتھ رکھ کے انا انزلناہ پڑھنا اور میت کی مغفرت کی دعا کرنا ہمیشہ مستحب ہے۔
- دفن کے بعد جب لوگ چلیں جائیں تو ایک تلقین اور پڑھنا چاہیئے۔
- دفن کے بعد پہلی رات میت کی طرف سے صدقہ دینا چاہیئے اور نماز وحشت پڑھنا چاہیئے۔

غسل مس میت

انسان کی میت چھونے سے واجب ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی ایسے مردے کے بدن کو چھولے جو ٹھنڈا ہو چکا ہو اور جسے غسل نہ دیا گیا ہو تو اسے چاہیئے کہ غسل مس میت کرے۔ خواہ اس نے نیند کی حالت میں مردے کا بدن چھولیا ہو یا بیداری کے عالم میں، خواہ ارادی طور پر چھوا ہو یا غیر ارادی طور پر، حتیٰ کہ اگر صرف اس کا ناخن بھی مردے کے ناخن یا ہڈی سے چھو جائے تب بھی اسے چاہیئے کہ غسل کرے۔

لیکن آقائے سیستانی مدظلہ کے نزدیک اگر کوئی شخص اپنے بال مردے کے بدن سے لگائے یا اپنا بدن مردے کے بالوں سے لگائے تو اس پر غسل واجب نہیں ہے۔



۹

نواں سبق



نماز وحشت

نماز وحشت کو نماز ہدیۂ میت اور نماز لیلۃ الدفن بھی کہتے ہیں ۔اس نماز کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: میت پر قبر کی پہلی رات سے زیادہ سخت کوئی دوسری نہیں گزرتی ہے۔لہٰذا صدقہ نکال کر اپنے مردوں پر رحم کرو اور اگر صدقہ نکالنے کے لئے کچھ نہ ہو تو دو رکعت نماز پڑھو۔

یہ نماز دفن کی پہلی رات نماز عشاء کے بعد پڑھی جاتی ہے اور اگر اس وقت نہ پڑھ سکے یا میت کو نماز کے بعد دفن کیا جائے تو رات کے آخری حصہ تک جب بھی ممکن ہو پڑھی جاسکتی ہے۔اس کا پڑھنا مستحب ہے۔

- نماز وحشت دو رکعت ہے۔

اس کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ الحمد کے بعد ایک مرتبہ آیت الکرسی

پھر

دوسری رکعت میں سورۂ الحمد کے بعد دس مرتبہ سورۂ اِنَّآ اَنزَلنا پڑھے:

بقیہ امور نماز صبح کی طرح ادا کرے اور نماز ختم کرنے کے بعد کہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَّ ابْعَثْ ثَوابَ ھَاتَیْنِ الرَّکْعَتَیْنِ اِلٰی قَبْرِ فُلَانٍ

خدایا محمدؐ و آل محمدؐ پر رحمت نازل فرما اور ان دو رکعتوں کا ثواب فلاں کی قبر تک بھیج دے۔

۱۰

دسواں سبق



خدا کی حکمت

بچو! تم پڑھ چکے ہو کہ خدا قادر اور مرید ہے جس کام کو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس کام کو نہیں چاہتا ہے نہیں کرتا ہے۔ بلکہ ایک ہی کام کو جب چاہتا ہے کرتا ہے اور جب چاہتا ہے نہیں کرتا۔ لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ وہ معاذ اللہ منمانی کرتا ہے۔ سچ یہ ہے کہ اُس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

جیسے:

جناب ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ ٹھنڈی کردی تھی اور جناب موسیٰ علیہ السلام نے جب انگارہ ہاتھ میں اٹھایا تو آپ کا ہاتھ جل گیا کیونکہ آگ کا جلانا یا بجھانا خدا کا مقصد نہ تھا بلکہ نبی کو بچانا مقصود تھا۔

جناب ابراہیم علیہ السلام تب ہی بچ سکتے تھے جب آگ ٹھنڈی ہو جائے اور جناب موسیٰ علیہ السلام تب ہی بچ سکتے تھے جب ہاتھ جل جائے۔ کیونکہ فرعون کو شبہہ تھا کہ وہ بچہ جو اُس کی حکومت کو مٹا دے گا جناب موسیٰ ہی ہیں اور اگر انگارہ آپ کے ہاتھ کو نہ جلاتا تو فرعون پہچان لیتا اور آپ کو قتل کر ڈالتا۔

اس لئے آگ کو ٹھنڈا کرنا مناسب نہ تھا اور ہاتھ کا جل جانا ضروری تھا۔ خدا کا کوئی کام نہ تو حکمت سے خالی ہوتا ہے اور نہ وہ اپنے کسی کام میں کسی کے مشورہ اور مدد کا محتاج ہے۔

۱۱

گیارھواں سبق



خدا کوئی برائی نہیں کرتا

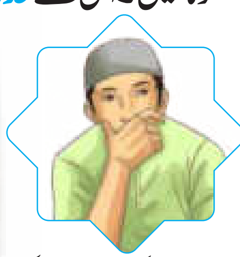
بچو! تم کو معلوم ہے کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے یعنی وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

اس سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خدا جھوٹ بھی بول سکتا ہے، ظلم بھی کر سکتا ہے اور وعدہ کر کے مُکر بھی سکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تم خود سوچو کہ کیا ایسا سمجھنا ٹھیک ہے؟

قادر ہونے کے معنی ''کر سکنا ہیں'' کرنا نہیں۔ اس لئے خدا کے قادر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جو چاہے کر سکتا ہے مگر لازم نہیں کہ ضرور کرے۔





جب بُری باتوں کو ہم پسند نہیں کرتے تو خدا کیسے پسند کر سکتا ہے؟!

ہم ہر پانی سے منھ دھونے پر قادر ہیں چاہے وہ پانی صاف ہو یا گندہ۔ نل سے نکل رہا ہو یا گندی نالی میں بہہ رہا ہو، لیکن نالی میں بہنے والے گندے پانی سے صرف پاگل ہی منھ دھو سکتا ہے، ہم نہیں دھو سکتے۔

اسی سے سمجھ لو کہ ہم گندے پانی سے منھ دھو سکتے ہیں مگر دھوتے نہیں۔ خدا بھی جھوٹ بول سکتا ہے مگر بولتا نہیں۔ ظلم کر سکتا ہے مگر کرتا نہیں۔ وعدہ کر کے مکر سکتا ہے مگر مکرتا نہیں اور برائی کر سکتا ہے مگر کرتا نہیں۔



۱۲

بارھواں سبق

روزہ(۱)

عبادت کا مقصد اللہ کی طرف سے بندوں کو عطا کرنا ہے۔ان سے کچھ لینا نہیں۔چنانچہ جتنی عبادتیں ہیں ان کے ذریعہ خدائے رحیم و کریم بندوں کو کوئی نہ کوئی فائدہ پہنچاتا ہے یا کسی نہ کسی نقصان سے بچاتا ہے۔چاہے اس فائدہ یا نقصان کا تعلق انسان کی مادی زندگی،اُسکے جسم یا مال سے ہو یا روح سے،اُس کی دنیا سے ہو یا آخرت سے۔





دیگر عبادات کی طرح روزہ بھی ایک الٰہی عبادت ہے۔جو انسان کو صرف بھوکا پیاسا نہیں رکھتا بلکہ اُسے زندگی کی مشکلات کا مقابلہ کرنے اور اُس کے جسم اور روح کو صحت مند بنانے کی مکمل تربیت دیتا ہے۔

روایات میں ہے کہ روزہ ہمیں قیامت کی بھوک، پیاس یاد دلاتا ہے اور غریبوں کے دکھ درد کا احساس پیدا کرتا ہے۔

روزہ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔روزہ دار کا سونا عبادت ہے اور اُس کا سانس لینا تسبیح ہے۔روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے،گرمی کا روزہ جہاد ہے۔

یوں تو سال کی مختلف تاریخوں میں روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت ہے۔ خصوصاً پورے ماہ رجب اور ماہ شعبان میں لیکن ماہ رمضان کا روزہ ہر بالغ و عاقل پر واجب ہے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

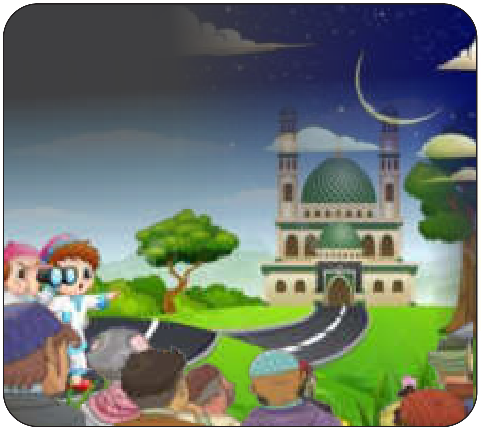
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

(سورۂ بقرہ، آیت نمبر ۱۸۳)

یعنی

"اے ایمان والو! تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے والوں پر کئے گئے تھے تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو جائے۔"

ہر مہینہ پچھلے مہینہ کے ۳۰ دن گذرنے یا چاند کے دیکھنے سے شروع ہوتا ہے۔ رمضان بھی شعبان کے ۳۰ دن گذرنے یا ۲۹ شعبان کو چاند نظر آنے سے شروع ہوتا ہے۔ اور رمضان کے ۳۰ دن گذرنے یا ۲۹ رمضان کو چاند نظر آنے پر مکمل ہوتا ہے۔



چاند کے ثبوت کے چند طریقے ہیں:

۱. خود چاند دیکھے۔
۲. اتنے لوگ چاند دیکھنے کی گواہی دیں جس سے چاند دکھائی دینے کا اطمینان ہو جائے۔
۳. دو عادل مرد چاند دیکھنے کی گواہی دیں۔
۴. ماہ رواں کے تیس دن پورے ہو جائیں۔
۵. کسی بھی طریقے سے چاند دیکھے جانے کا یقین حاصل ہو جائے۔

رمضان کے روزے ہر بالغ پر واجب ہیں چاہے کمسن ہی کیوں نہ ہو۔ صرف چند لوگ ہیں جن پر روزہ واجب نہیں ہے۔



جن لوگوں پر روزہ واجب نہیں

۱

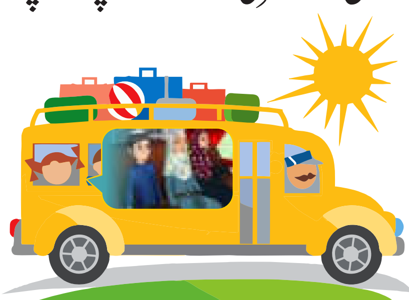
جو شخص بڑھاپے کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکتا ہو یا روزہ رکھنے میں غیر معمولی تکلیف محسوس کرتا ہو اس پر روزہ واجب نہیں ہے۔ البتہ ایسے شخص کو ہر روزہ کے عوض کسی غریب اثنا عشری کو ایک مد یعنی تقریبا ساتسو پچاس گرام غلہ دینا ہوگا۔

۲

جو شخص ایسے مرض میں گرفتار ہو جس کے باعث زیادہ پیاس لگتی ہو اور اُس پیاس میں روزہ رکھنا نا قابل برداشت ہو یا غیر معمولی تکلیف کا باعث ہو تو اس پر روزہ واجب نہیں ہے لیکن ہر روزہ کے عوض ایک مد غلہ دینا واجب ہوگا۔ ایسے شخص پر لازم ہے کہ رمضان کے دنوں میں صرف ضرورت بھر پانی پیئے۔

۳

جس حاملہ عورت کو یا اس کے بچہ کو روزہ رکھنے کی صورت میں نقصان پہنچنے کا خوف ہو تو اس پر رمضان میں روزہ رکھنا واجب نہ ہوگا۔ مگر بعد میں قضا رکھنا ہوگی اور ہر روزہ کے عوض ایک مد غلہ بھی دینا ہوگا۔ لیکن اگر دوسری عورت دودھ پلانے پر تیار ہو جائے تو بچہ کو اُس کے حوالہ کر کے روزہ رکھنا واجب ہوگا۔



مسافر کے روزے

جب تقریبا ۴۴ کلومیٹر سفر کا ارادہ ہو تو حد ترخص سے نکلنے کے بعد نماز اور روزے دونوں قصر ہو جاتے ہیں۔

سفر اگر جائز ہو تو اس میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

ناجائز سفر کرنے والا اور جس کا پیشہ سفر کرنا ہو یہ لوگ سفر میں بھی روزہ رکھیں گے۔

روزہ سے بچنے کے لئے سفر کرنا جائز ہے مگر مکروہ ہے۔

ظہر کے بعد سفر شروع کرنے والا روزہ نہیں توڑ سکتا اور ظہر سے پہلے سفر کرنے والا حد ترخص کے اندر قبل ظہر آجائے اور اس نے روزہ توڑنے والا کوئی کام نہ کیا ہو تو اس پر روزہ رکھنا واجب ہو جائے گا۔

۱۳

تیرہواں سبق



روزہ (۲)

جیسا کہ تم جانتے ہو حکم خدا کی تعمیل کی نیت سے طلوع فجر سے مغرب تک ان چیزوں سے باز رہنے کا نام روزہ ہے جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔



روزہ کو باطل کرنے والی چیزیں

۱ کھانا پینا

۲ ہمبستری

۳ جنابت یعنی مادہ نکلنا یا کوئی ایسا کام کرنا جس سے مادہ نکل آئے۔

۴ خدا و نبی، معصومہ عالمؑ اور اماموںؑ کی طرف ایسے قول یا عمل کی نسبت دینا جس کا اُن سے کوئی تعلق نہ ہو۔

۵ گہرے غبار یا دھوئیں یا بھاپ کو حلق میں داخل کرنا۔

۶ نماز صبح کے وقت تک جنابت، حیض یا نفاس کی حالت پر غسل یا تیمم کے بغیر باقی رہنا۔

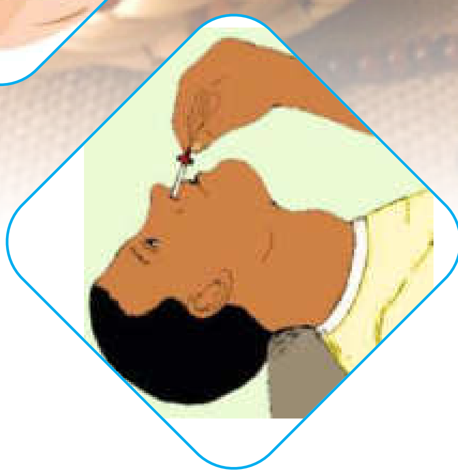
۷ بہنے والی چیزوں سے انیما لینا۔

۸ جان بوجھ کر قے کرنا۔

۹ اکثر فقہاء کے فتوے کے مطابق پانی میں سر ڈبونا۔

- پورے دن روزے کی نیت کا باقی رہنا ضروری ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص روزہ توڑنے کا ارادہ کرے پھر کسی وجہ سے نہ توڑے تب بھی نیت بدل جانے کی وجہ سے روزہ باقی نہ رہے گا۔ اس کی قضا واجب ہوگی اور اگر اس کے بعد روزہ بھی توڑ ڈالا تو قضا کے علاوہ کفارہ بھی واجب ہوگا۔
- جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اگر بھول کر یا کسی کے جبر سے وہ چیزیں انجام پا جائیں تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔
- نمازِ صبح کا وقت آ جانے کے بعد احتلام یعنی سوتے یا جاگتے میں بے اختیار مادہ خارج ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔
- آنکھ یا ناک میں دوا ڈالنے اور برش یا منجن کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ یہ چیزیں حلق تک نہ پہنچیں۔
- زیادہ کلی کرنا اگرچہ مکروہ ہے لیکن اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

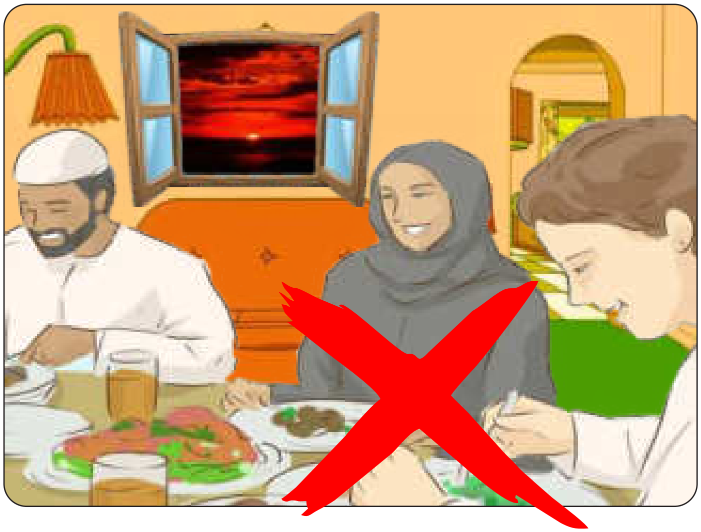






۱۴

چودہواں سبق



روزہ کی قضا اور کفارہ

قضا

کچھ مقامات ایسے ہیں جہاں پر روزہ دار پر صرف قضا واجب ہوتی ہے کفارہ واجب نہیں ہوتا:

۱ جان بوجھ کر قے کر کے روزہ توڑ دے۔

۲ روزہ توڑنے کا ارادہ کرے لیکن روزہ نہ توڑے۔

۳ غسل جنابت بھول کر روزہ رکھ لے۔

۴ یہ تحقیق کئے بغیر کہ صبح ہوگئی یا نہیں۔ روزہ توڑنے والا کوئی کام کر لے پھر معلوم ہو کہ صبح ہوگئی تھی۔ ہاں اگر تحقیق کے بعد بھی شک برقرار رہے کہ ابھی صبح ہوئی ہے یا نہیں یا یہ یقین یا گمان حاصل کر کے کہ ابھی صبح نہیں ہوئی ہے۔ مثلاً کچھ کھا پی لے اور بعد میں معلوم ہو کہ صبح ہوگئی تھی تو اس پر قضا واجب نہ ہوگی اور اُس کا روزہ صحیح ہے۔

۵ کسی کے کہنے سے کہ ابھی صبح نہیں ہوئی ہے۔ روزہ باطل کرنے والا کوئی کام کر لے پھر پتہ چلے کہ صبح ہوگئی تھی۔

۶ کسی قابل اعتماد شخص کے کہنے سے کہ مغرب کا وقت ہوگیا ہے روزہ کھول لے اور بعد میں معلوم ہو کہ مغرب کا وقت نہیں ہوا تھا۔

۷ یہ یقین یا اطمینان کرنے کے بعد کہ مغرب کا وقت ہو گیا ہے روزہ کھول لے اور پھر معلوم ہو کہ مغرب کا وقت نہیں ہوا تھا۔

۸ تشنگی کم کرنے کے لئے کلی کرے اور بے اختیار پانی حلق میں چلا جائے۔ ہاں اگر وضو کے لئے کلی کر رہا ہو اور بے اختیار پانی حلق میں چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور قضا واجب نہیں ہو گی۔

- قصر کے شرائط پورے ہونے کی صورت میں مسافر کے لئے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔لیکن اُس پر قضا واجب ہو گی۔ یہی حکم بیمار کا بھی ہے۔جس کے لئے روزہ رکھنا نقصان دہ ہو۔
- اگر تحقیق کے بعد صبح نہ ہونے کا یقین ہو جائے اور روزہ توڑنے والا کوئی کام کر لے۔ پھر معلوم ہو کہ صبح ہو گئی تھی تو اُس کا روزہ صحیح ہو گا۔
- جب قضا روزوں کی تعداد میں شک ہو تو کم تعداد کے روزوں کی قضا واجب ہو گی اور زیادہ تعداد کے روزوں کی قضا مستحب ہے۔
- رمضان کے قضا روزوں کو قبل ظہر توڑا جا سکتا ہے بشرطیکہ قضا کا وقت تنگ نہ ہو۔
- جو ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک مسلسل بیمار رہے اس پر پچھلے رمضان کے روزوں کی قضا واجب نہ ہو گی البتہ ہر روزہ کے عوض تقریباً ساڑھے سات سو گرام غلہ دینا ضروری ہو گا۔
- باپ کے قضا روزے اور نماز کا ادا کرنا بڑے بیٹے پر واجب ہے اور ماں کے قضا روزے اور نماز کا ادا کرنا مستحب ہے۔



کفارہ

جس شخص نے عذر شرعی کے بغیر رمضان کا روزہ نہ رکھا ہو یا توڑ دیا ہو۔اُس پر کفارہ واجب ہے۔یعنی قضا کرنے کے علاوہ ۶۰ دن کے روزے رکھے۔جس میں ۳۱ روزے مسلسل رکھے یا ۶۰ اثنا عشری غریبوں کو کھانا کھلائے، یا ان میں سے ہر ایک کو تقریباً سات سو پچاس گرام گیہوں، چاول یا ایسا ہی کوئی دوسرا غلہ دے۔

جو شخص مذکورہ بالا کفاروں میں سے کسی کفارہ کے ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو جتنے روزے رکھ سکے اتنے روزے رکھے اور جتنا غلہ دے سکے اُتنا غلہ دے اور **استغفار** بھی کرے۔ لیکن اس کے بعد جب کبھی **کفارہ** دینے کے قابل ہو جائے تو بنا بر احتیاط کفارہ دینا واجب ہو گا۔

جو شخص روزے کو عمداً حرام چیز سے توڑ دے مثلاً **شراب** پی لے اس پر **تینوں کفارے** ایک ساتھ واجب ہوں گے۔ یعنی **۶۰** روزے بھی رکھے، **۶۰** غریبوں کو کھانا بھی کھلائے اور ایک غلام بھی آزاد کرے۔

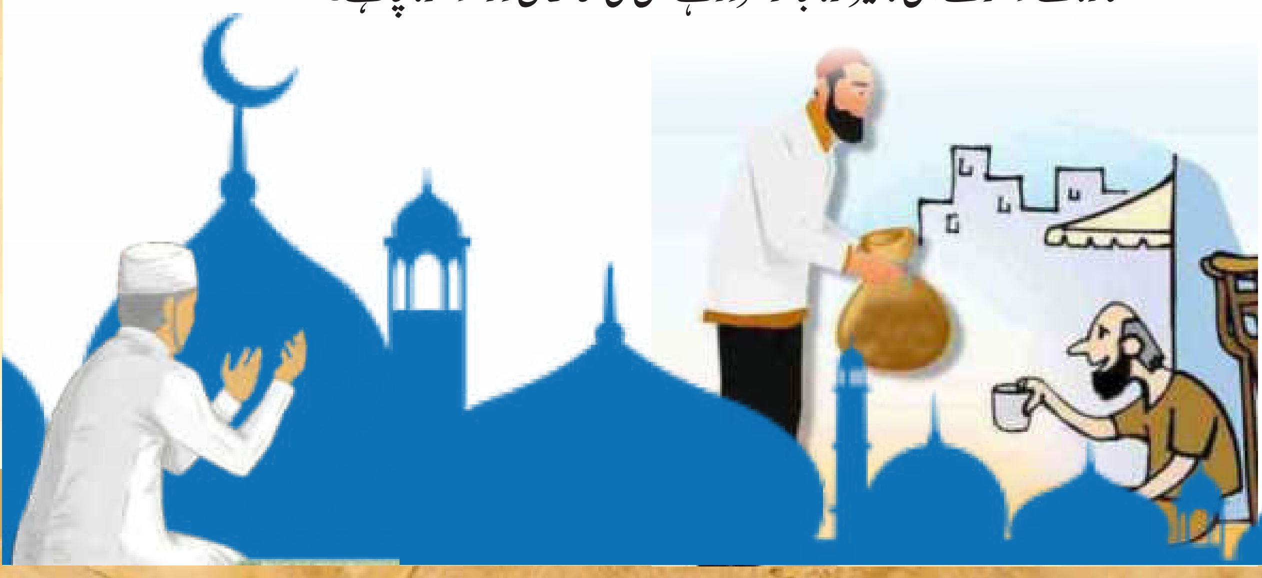
ایسا شخص اگر تینوں کفارے نہ دے سکتا ہو تو جتنا ممکن ہو اتنا کفارہ دے۔

روزہ کو باطل کرنے والا کام اگر ایک ہی روزہ میں بار بار کیا جائے تو صرف ایک ہی کفارہ واجب ہو گا۔ بشرطیکہ روزہ حرام سے نہ توڑا گیا ہو اور ہمبستری نہ کی گئی ہو۔

اگر **ہمبستری** بھی کرے اور دوسرا کوئی **ایسا کام** بھی کرے جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ تو دو کفارے واجب ہوں گے۔

جو شخص سفر کرنا چاہتا ہو اگر اُس دن سرے سے روزہ ہی نہ رکھے یا سفر شروع کرنے سے پہلے، یا حد ترخص سے باہر نکلنے سے پہلے روزہ توڑ ڈالے اس پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

کفارہ کے ادا کرنے میں تاخیر کرنا جائز ضرور ہے لیکن حتیٰ الامکان فوراً ادا کرنا چاہیے۔



۱۵

پندرہواں سبق



انسان مجبور ہے یا مختار؟

اس دنیا میں بہت سے کام ہیں جن کا انسان سے کوئی تعلق نہیں ہے، مثلاً سورج کا نکلنا اور ڈوبنا، موسم کا بدلنا۔ یہ کام صرف خدا کے ہیں۔ بندہ ان کاموں کو نہیں کرسکتا۔



کچھ کام ایسے ہیں جن کے کرنے میں خدا اور بندے دونوں کا حصہ ہوتا ہے۔



جیسے: پودا لگانا، ہمارا کام ہے۔

اس میں پھول اور پھل پیدا کرنا خدا کا کام ہے۔

بہت سے کام ایسے ہیں جنھیں صرف ہم کرتے ہیں۔ ان میں خدا شامل نہیں ہوتا جیسے ہم سچ بولتے ہیں یا جھوٹ، حلال کھاتے ہیں یا حرام، نماز پڑھتے ہیں یا نہیں پڑھتے، روزہ رکھتے ہیں یا نہیں رکھتے۔ یہ خالص ہمارے کام ہیں۔ ان کو ہم ہی کرتے ہیں۔ ہمارے ان کاموں میں خدا شامل نہیں ہوتا۔

یہ سمجھنا غلط ہے کہ ہمارے سارے کام اصل میں **خدا** کے کام ہیں جن کو وہ ہمارے ذریعہ انجام دیتا ہے اور ہم ان کاموں کے کرنے پر مجبور ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ ہم اپنے ان کاموں میں قادر اور مختار ہیں چاہے کریں، چاہے نہ کریں۔

ایک مرتبہ ابو حنیفہ نے ہمارے چھٹے امام حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے اس مسئلہ پر بحث کی تھی۔ ابو حنیفہ کے خیال میں خدا انسان کے ہر اچھے اور بُرے کام کا ذمہ دار تھا۔

امامؑ نے ابو حنیفہ کو جواب دیا کہ اگر انسان کے کام کو صرف خدا کرتا ہے تو اچھے یا برے کام کی جزا یا سزا بھی خدا ہی کو ملنا چاہئے۔ اور اگر انسان اور خدا مل کر اچھے یا بُرے کام کرتے ہیں تو بھی انسان کے ساتھ خدا کو بھی سزا یا جزا ملنا چاہئے۔ لیکن یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ صحیح بات یہی ہے کہ انسان اپنے کام خود کرتا ہے اس لئے اسی کو جزا یا سزا ملے گی۔

یہ بھی دھیان رہے کہ جس طرح یہ کہنا غلط ہے کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے بلکہ سب کچھ خدا کرتا ہے اُسی طرح یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ہم سب کام کر سکتے ہیں۔

ایک بار ہمارے مولا حضرت علی علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ انسان سب کام کر سکتا ہے یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ایک پیر اٹھا کر کھڑے ہو جاؤ۔

جب اس نے اپنا ایک پیر اٹھا لیا تو آپ نے فرمایا: اب دوسرا پیر بھی اٹھا لو۔ اس نے کہا کہ دوسرا پیر اٹھانے سے مجبور ہوں۔

آپ نے فرمایا: جس طرح ایک پیر کے بعد دوسرے پیر کا اٹھا لینا ناممکن ہے اسی طرح دنیا میں بہت سے کام ایسے ہیں جو ہمارے بس میں نہیں ہیں۔

یاد رکھو کہ جس طرح بندہ خدا کے کام میں دخل نہیں دے سکتا اُسی طرح خدا بھی بندوں کے کاموں میں شامل نہیں ہے جو جیسا کرے گا اُس کو اُسی اعتبار سے سزا یا جزا ملے گی۔



۱۶

سولھواں سبق



تین سوال ایک جواب

- حضرت بہلولؒ نہایت ہی ہوشیار اور عقلمند آدمی تھے۔

حاضر جوابی میں آپ کا جواب نہ تھا۔ ایک دن آپ اُس جگہ سے گذرے جہاں ابو حنیفہ اپنے شاگردوں کو سبق دے رہے تھے۔

- آپ نے سنا کہ ابوحنیفہ کہہ رہے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی تین باتیں سمجھ میں نہیں آتیں:

۱ وہ کہتے ہیں کہ خدا قیامت کے دن بھی نہ دکھائی دے گا حالانکہ جو چیز موجود ہے وہ نظر ضرور آئے گی۔

۲ ان کا کہنا ہے کہ شیطان کو جہنم میں جلایا جائے گا حالانکہ شیطان آگ سے بنا ہے اور آگ آگ کو نہیں جلا سکتی۔

۳ ان کا بیان ہے کہ بندے اپنے کاموں میں مختار ہیں حالانکہ بندے کے بس میں کچھ نہیں ہے، جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے۔

- بہلولؒ نے یہ سن کر ابو حنیفہ کو ایک ڈھیلا اُٹھا کر مار دیا۔ ابوحنیفہ کے شاگردوں نے بہلول کو پکڑ لیا اور قاضی کے سامنے لے گئے۔

- **بہلولؒ نے کہا:** یہ لوگ بلا وجہ مجھے پکڑ لائے ہیں، میری کوئی خطا نہیں ہے۔
- **ابوحنیفہ بولے:** تم نے مجھے ڈھیلا مارا ہے۔
- **بہلولؒ نے کہا:** غلط ہے۔ میں نے نہیں مارا خدا نے مارا ہے۔ تم ابھی کہہ رہے تھے کہ سارے کام خدا کرتا ہے بندہ کچھ نہیں کرتا۔
- **ابوحنیفہ نے کہا:** میرے سخت چوٹ آ گئی ہے، درد سے بے چین ہوں اور تم مذاق کر رہے ہو؟!
- **بہلولؒ نے کہا:** کہاں ہے درد؟ ذرا دیکھیں تو؟
- **ابوحنیفہ نے کہا:** درد بھی کوئی دکھائی دینے والی چیز ہے۔
- **بہلولؒ نے جواب دیا:** اگر ہے تو اسے نظر آنا چاہیے اس لئے کہ تم تو کہہ رہے تھے کہ جو چیز موجود ہے وہ دکھائی ضرور دے گی۔ پھر ڈھیلے سے تمہیں چوٹ آ بھی نہیں سکتی۔ اس لئے کہ تم کہتے ہو شیطان آگ سے بنا ہے اسے جہنم کی آگ جلا نہیں سکتی۔ تم بھی مٹی کے بنے ہوئے ہو ڈھیلا بھی مٹی کا تھا اس سے تمہیں چوٹ کیسے آئی؟

۱ بہلولؒ نے ایک ڈھیلے سے یہ ثابت کر دیا کہ انسان اپنے کاموں کا خود ذمہ دار ہے، خدا نہیں۔

۲ شیطان آگ سے بنا ہے مگر جہنم میں آگ سے ہی سے جلایا جائے گا۔

۳ خدا موجود ہے اس کے باوجود قیامت میں بھی نظر نہیں آئے گا۔



۱۷

سترہواں سبق



حج

حج اُس عبادت کو کہتے ہیں جسے مکۂ معظّمہ اور اُس کے قرب وجوار میں ماہ ذی الحجہ میں انجام دیا جاتا ہے۔ حج ایسی اہم عبادت ہے جس کے لئے رسولؐ نے فرمایا:

جو حج کرنے کی حیثیت کے باوجود حج کئے بغیر مر جائے اُس کی موت کافر کی موت ہوگی۔ روایت میں ہے کہ حج کرنے والا صحت مند رہتا ہے اور اُس کے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔

حج سے دین کو تقویت ملتی ہے، حج میں دینی و دنیاوی دونوں طرح کے فائدے ہیں، حاجی کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور ایک طرح سے اُس کی زندگی کا پھر سے آغاز ہوتا ہے۔ حج سے رسولؐ اللہ کی نشانیوں اور آپ کے حالات کی یاد اس طرح تازہ ہوتی ہے کہ پھر بھلایا نہ جاسکے۔

شائد اسی وجہ سے دشمنان دین پیغمبرؐ اور اُن کے اہلبیتؑ کے آثار اور اُن کی نشانیوں کو مسلسل مٹاتے چلے جارہے ہیں۔ اور جو نشانیاں بچی ہیں اُن تک جانے میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

بچو! تم خود فیصلہ کرو کہ یہ اسلام دوستی ہے یا اسلام دشمنی؟

حج پوری عمر میں ایک بار واجب ہوتا ہے۔



حج واجب ہونے کے شرائط:

۱ بالغ ہونا۔

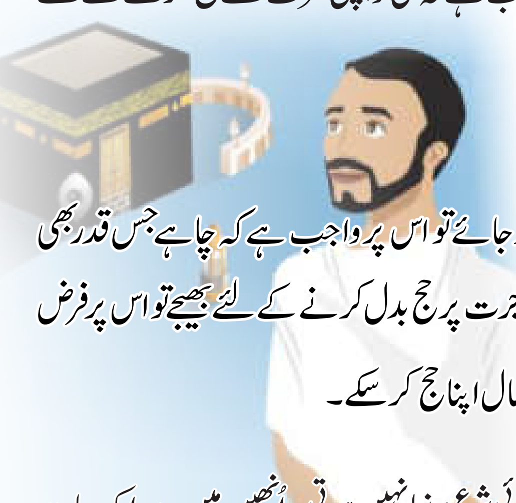
۲ عاقل ہونا۔

۳ آزاد ہونا۔

۴ حج کرنے کی وجہ سے کوئی ایسا حرام کام کرنا پڑے جس کا چھوڑنا حج سے زیادہ اہم ہو۔ یا کوئی ایسا واجب کام چھوڑنا پڑے جس کا کرنا حج سے زیادہ اہم ہو۔

۵ حج کرنے والا **"مُستَطِیع"** ہو یعنی سفر کے اخراجات رکھتا ہو، مکہ تک جانے کا انتظام ہوسکتا ہو، حج کے فرائض کی ادائیگی اور سفر کرنے کے قابل صحت ہو، سفر میں کوئی رکاوٹ نہ ہو، راستہ میں جان مال اور عزت کو خطرہ نہ ہو، وقت کے اندر حج کے اعمال بجالانے کا موقع ہو، **واجب النفقہ** یعنی اُن افراد کو جن کا خرچ اس کے ذمہ واجب ہو، حج کے زمانے میں ان کا خرچ دے سکتا ہو۔ حج سے واپسی پر اس کا ذریعۂ معاش باقی رہے۔

جس شخص پر حج واجب ہو مگر حج نہ کرے اور اس کے بعد بڑھاپے یا بیماری یا کمزوری کی وجہ سے خود حج کرنے سے ایسا مجبور ہو جائے کہ آئندہ بھی اُسے خود حج کرنے کی امید نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ کسی کو اپنی طرف سے حج کرنے کے لئے بھیج دے۔



جس شخص پر حج واجب ہو مگر نہ کرے اور اس کے بعد غریب ہو جائے تو اس پر واجب ہے کہ چاہے جس قدر بھی زحمتیں ہوں حج کرنے جائے۔ اگر بالکل مجبور ہو جائے مگر کوئی شخص اس کو اجرت پر حج بدل کرنے کے لئے بھیجے تو اس پر فرض ہے کہ پہلے **حَجِّ بَدَل** کرے اور پھر اگلے سال تک مکہ میں رہے تاکہ آئندہ سال اپنا حج کر سکے۔

بچو! ہمارے معاشرے میں بہت سی باتیں مشہور ہوتی ہیں جن کی کوئی شرعی بنیاد نہیں ہوتی۔ اُنھیں میں سے ایک بات یہ ہے کہ جس شخص کی بیٹیوں کی شادی ہونا ہے اُس پر حج واجب نہیں ہوتا۔ یا جس کا ذاتی گھر نہ ہو اُس پر حج واجب نہیں ہوتا۔ یہ بالکل غلط باتیں ہیں۔

بعض لوگ حج واجب ہونے کے باوجود اس لئے حج کرنے نہیں جاتے کہ اُن کے پاس اتنے پیسے نہیں ہوتے کہ حج سے واپسی پر اپنے شایان شان حج کا ولیمہ کر سکیں۔ جبکہ ولیمہ مستحب ہے اور حج واجب ہے۔

یاد رکھو! مستحب کے لئے واجب نہیں چھوڑا جا سکتا ایسے لوگ جب تک حج نہ کر لیں بہت گناہ گار ہیں۔ بعض لوگ حج واجب ہونے کے باوجود ریٹائرڈ ہونے کا انتظار کرتے ہیں۔ جیسے اُنھیں اختیار ہو کہ جب جی چاہے تب حج کریں جبکہ حج اُسی سال واجب ہوتا ہے جس سال مستطیع ہو جائے۔

اسی طرح کچھ لوگ حج واجب ہونے کے باوجود اُس سال حج کرنے کے بجائے زیارت کرنے چلے جاتے ہیں۔ حج کرتے ہی نہیں یا بعد کے لئے ٹال دیتے ہیں۔ انھیں یہ بھی خیال نہیں آتا کہ حج میں صرف خانۂ کعبہ کی زیارت نہیں ہوتی بلکہ روضۂ رسول کے ساتھ جنت البقیع کی زیارت بھی نصیب ہوتی ہے۔ جس میں بے شمار اولیاء و صالحین کے علاوہ پانچ معصوموں کی قبریں ہیں۔ نیز مکہ، مدینہ میں جنت المعلیٰ اور شہداء احد جیسے نہ جانے کتنے زیارات ہیں۔

تم خود سوچو کیا حج جیسے عظیم فریضہ کو چھوڑ کر اپنی زیارت کے لئے آنے والوں سے معصومینؑ راضی ہوں گے؟



۱۸

اٹھارہواں سبق



زکوٰۃ اور فطرہ

شریعت نے ہمارے ذمہ دو طرح کے حقوق کی ادائیگی رکھی ہے۔ خالق کے حقوق اور مخلوق کے حقوق۔

انسان نماز، روزہ جیسے اللہ کے حقوق کی ادائیگی کے لائق بندوں کے حقوق کو ادا کرنے کے بعد ہی بنتا ہے۔ جس مال میں خمس واجب ہو، جو بندوں کا حق ہے۔ اس سے کپڑے بنا کر یا جانماز خرید کر اگر کوئی شخص نماز پڑھے تو اُس کی نماز قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔

وضو اور نماز کے مسائل میں پڑھ چکے ہو کہ پانی، برتن، جگہ، لباس میں سے کوئی چیز غصبی ہو تو نہ وضو صحیح ہوتا ہے، نہ نماز۔

بندوں کے حقوق سے جڑے فرائض میں سے ایک فریضہ زکوٰۃ ہے۔



زکوٰۃ کی اہمیت اس سے سمجھو کہ قرآن کریم میں بے شمار مقامات پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر آیا ہے۔ زکوٰۃ کے معنی طہارت، برکت اور نمو یعنی اضافہ کے ہیں۔ زکوٰۃ سے مال پاک ہوتا ہے اور اُس میں اضافہ ہوتا ہے۔ زکوٰۃ، نماز قبول ہونے کا ذریعہ ہے۔

مال انسانی زندگی کی ایک بڑی ضرورت ہے۔ اسی لئے انسان مال سے محبت کرتا ہے اور اُسے دوسروں کو دینے میں کوتاہی کرتا ہے۔ زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وجہ بھی مال سے محبت ہے۔ جبکہ قرآن میں ہے کہ

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ (سورۂ آل عمران آیت نمبر ۹۲)

یعنی

تم اُس وقت تک نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے کچھ راہ خدا میں خرچ نہ کرو۔

- زکوٰۃ غریبوں کے اُس حق کا نام ہے جو اللہ نے صاحبانِ حیثیت پر رکھا ہے۔



زکوٰۃ کی دو قسمیں ہیں

۱ زکوٰۃ مال

۲ زکوٰۃ بدن

بول چال کی زبان میں زکوٰۃ بدن کو فطرہ کہتے ہیں اور زکوٰۃ مال کو زکوٰۃ۔ زکوٰۃ کچھ خاص چیزوں میں واجب ہوتی ہے۔ جنکی تعداد ۹ ہے:



زکوٰۃ

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹
گیہوں	جو	خرما	کشمش	سونے کے سکے	چاندی کے سکے	اونٹ	گائے بھینس	بھیڑ، بکری

- ان چیزوں پر زکوٰۃ تب ہی واجب ہوتی ہے جب اُن کی مقدار نصاب بھر ہو۔

نصاب

یعنی مال کی وہ مقدار جس سے کم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ مثلاً غلہ کا نصاب **۸۴۷ کلو** ہے۔ کہ اس سے کم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

زکوٰۃ اس شخص پر واجب ہوتی ہے جو خود مال کا مالک ہو، مال اس کے قبضہ میں ہو، بالغ، عاقل اور آزاد ہو۔



زکوٰۃ کا مصرف

زکوٰۃ آٹھ مقامات پر صرف کی جاسکتی ہے:

۱ فقیر یعنی وہ اثنا عشری جس کے پاس اُس کے اور اُس کے اہل و عیال کے سال بھر کے اخراجات فراہم نہ ہوں۔ اور نوکری، محنت، مزدوری جیسا کوئی ذریعہ بھی نہ ہو۔ جس سے اخراجات پورے کر سکے۔



۲ مسکین جو فقیر سے بھی زیادہ غریب اور تنگ دست ہو۔

۳ جو شخص **امام عجل اللہ فرجہ** یا آپ کے **نائب** کی طرف سے زکوٰۃ وصول کر کے اُن تک یا مستحقین تک پہنچانے کے لئے معین ہو۔



۴ کمزور ایمان والے مسلمان جن کا ایمان زکوٰۃ سے پختہ ہو جائے۔

۵ غلاموں کو خرید کر آزاد کرنے کے لئے۔

۶ وہ شخص جو اپنا قرض نہ ادا کر سکتا ہو اس کے قرض کی ادائیگی کے لئے۔



۷ سبیل اللہ یعنی وہ کام جن کا فائدہ دینی اور عام ہو مثلاً مسجد، مدرسہ، اسکول، اسپتال۔

۸ وہ مسافر جو سفر میں نادار ہو گیا ہو اُسے ضرورت بھر زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

- جن لوگوں کو زکوٰۃ دی جائے ان کا شیعہ اثنا عشری ہونا ضروری ہے اور ضروری ہے کہ وہ شخص علی الاعلان گناہ کبیرہ نہ کرتا ہو۔

- سید کو غیر سید کی زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی ہے۔
- اسی طرح زکوٰۃ نکالنے والا ان لوگوں پر اپنی زکوٰۃ نہیں صرف کر سکتا جن کا خرچ دینا اس پر شرعاً واجب ہو۔ جیسے اولاد، زوجہ۔

فطرہ

عید کی رات غروب کے وقت جو شخص بالغ اور عاقل ہو، فقیر نہ ہو، نہ غلام ہو۔ اس پر واجب ہے کہ اپنا، اپنے اہل و عیال اور اُن تمام لوگوں کا فطرہ نکالے جن کا خرچ اُس کے ذمہ ہو۔ یا اُس کے یہاں کھانا کھانے والے قرار پائیں۔ یعنی ہر شخص کی طرف سے ۳ کلو گیہوں، جو، کھجور، چاول یا ان کے مانند کوئی غلہ دے یا اس کی قیمت دے۔

میزبان کی مرضی سے غروب سے پہلے آنے والے مہمان کا فطرہ میزبان پر واجب ہے۔ مسجد میں افطار کرانے سے فطرہ واجب نہیں ہوتا۔

فطرہ بھی انھیں جگہوں پر دیا جائے گا جہاں زکوٰۃ دی جاتی ہے البتہ مستحب ہے کہ فطرہ صرف فقراء شیعہ پر صرف کیا جائے۔ لیکن آیۃ اللہ العظمیٰ سیستانی مدظلہ کے نزدیک احتیاط واجب کی بناء پر فقط شیعہ اثنا عشری مستحق فقراء کو دینا ضروری ہے اور جب تک بستی میں مستحق موجود ہوں تب تک فطرہ دوسری بستی کے لوگوں تک منتقل نہیں کیا جا سکتا۔

جو کھلم کھلا گناہ کرے۔ شراب پیتا ہو یا نماز نہ پڑھتا ہو۔ اُسے فطرہ نہیں دیا جا سکتا۔ اسی طرح جو شخص فطرہ کے مال سے کوئی گناہ کرے اُسے فطرہ نہیں دیا جا سکتا۔ فطرہ دینے میں اپنے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو ترجیح دینا چاہئے۔ غیر سید کا فطرہ سید کو نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن سید کا فطرہ سید اور غیر سید دونوں کو دیا جا سکتا ہے۔



۱۹

انیسواں سبق



حضرت علی علیہ السلام کی خلافت

حضرت علی علیہ السلام کو شیعہ بھی رسولؐ اللہ کا خلیفہ مانتے ہیں اور سنّی بھی۔ فرق یہ ہے کہ سنّی حضرات آپ کو رسولؐ کا چوتھا خلیفہ مانتے ہیں اور شیعہ پہلا اور بلا فصل خلیفہ مانتے ہیں۔

سنّی اس لئے خلیفہ مانتے ہیں کہ لوگوں نے اپنے تیسرے خلیفہ کے قتل کے بعد آپ کو خلیفہ تسلیم کر لیا تھا اور شیعہ اس لئے خلیفہ مانتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زندگی میں حضرت علی علیہ السلام کو خدا کے حکم سے اپنا خلیفہ بنا گئے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے ثبوت میں قرآن مجید کی بہت سی آیتیں، رسول کریمؐ کی بہت سی حدیثیں اور تاریخ اسلام کے بہت سے واقعات موجود ہیں۔ یہاں پر ان میں سے صرف دو دلیلیں پیش کی جاتی ہیں:



پہلی دلیل

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین سال تک خاموشی سے دین پہنچانے کے بعد کھل کر تبلیغ دین کا حکم ملا اور آیہ وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ (سورۂ شعراء ۲۱۴) نازل ہوئی۔

یعنی

"اے رسول اپنے سب سے قریبی اہل خاندان کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤ۔"

تو آپؐ نے حکم خدا کے مطابق حضرت علی علیہ السلام کو بھیج کر صرف اپنے خاندان کے لوگوں کو جناب ابو طالبؑ کے گھر میں بلایا۔

حضرت علی علیہ السلام نے رسولؐ کے ارشاد کے مطابق آنے والے مہمانوں کی ضیافت کا انتظام کیا۔

خاندان عبدالمطلب کے چالیس آدمی جمع ہوئے۔ کھانے کی مقدار کم تھی اور کھانے والے زیادہ تھے مگر جب نبی کریمؐ نے دودھ، روٹی اور گوشت کو پہلے ذرا ذرا سا چکھنے کے بعد مجمع سے کھانے کے لئے کہا تو آپؐ کی برکت سے تھوڑا کھانا بہت ہوگیا۔



اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ کے لئے کھڑے ہوئے تو ابولہب نے یہ کہہ کر مجمع کو بھڑکا دیا کہ ان کی بات مت سنو، یہ جادوگر ہیں، تم نے ابھی ابھی دیکھا ہے کہ انھوں نے تھوڑے کھانے کو جادو کے ذریعہ زیادہ کر دیا ہے۔ اگر ان کی بات سنو گے تو یہ جادو کے ذریعہ تم کو تمہارے مذہب سے منحرف کر دیں گے۔ لوگ یہ سن کر اٹھے اور چلے گیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو بھیج کر دوسرے دن بھی دعوت کی۔ سب لوگ آئے اور نبی کی برکت سے تھوڑا کھانا پھر بہت ہوگیا۔ اور سب کے سیر ہونے کے بعد بھی بچ رہا۔

دوسرے دن بھی ابولہب نے پیغمبرؐ کی تبلیغ میں رکاوٹ ڈالنا چاہی۔ جناب ابو طالب علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور ابولہب کو سختی کے ساتھ ڈانٹا اور رسول کریمؐ سے عرض کی کہ اے میرے سردار! آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں، کہئے۔

رسول خداؐ نے اس کے بعد فرمایا!

''میں عالم عرب میں کسی ایسے شخص کو نہیں پہچانتا جو اپنی قوم کے لئے اس سے بہتر چیز لے آیا ہو جو میں تمھارے لئے لیکر آیا ہوں۔ میں تمھارے لئے خیر دنیا و آخرت لیکر آیا ہوں اور خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمھیں اس قانون اور آئین کی طرف دعوت دوں۔ تم میں سے کون اس کام میں میری مدد کرے گا تا کہ میرا بھائی، وصی اور جانشین ہو جائے۔''

دوسری دلیل

حضورؐ آخری حج کر کے مکۂ معظّمہ سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ آپ کے ساتھ حاجیوں کا بڑا مجمع تھا۔ خدا کی طرف سے رسولؐ پر آیت نازل ہوئی:

يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ. سورۂ مائدہ ٦٧

''اے رسولؐ! اُس حکم کو پہنچا دیجئے جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا جا چکا ہے اور اگر آپ نے یہ کام نہ کیا تو اللہ کا کوئی پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔''

اس حکم کے بعد حضورؐ نے مجمع کے سامنے کجاووں کے منبر پر جا کر ایک طولانی تقریر فرمائی جس کے آخر میں ہر مسلمان سے پوچھا:



اَلَسْتُ اَوْلٰی بِكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ

کیا میں تمھارے اوپر تم سے زیادہ اختیار نہیں رکھتا۔

اس سوال کا مقصد یہ تھا کہ تم لوگ اپنے آپ کو اپنا حاکم سمجھتے ہو یا مجھے اپنا حاکم سمجھتے ہو سب نے کہا حضورؐ! ہمارے حاکم اور ہماری جان و مال کے مالک ہیں۔

نبیؐ نے اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام کو بازوؤں سے پکڑ کر مجمع کے سامنے کیا اور فرمایا:

''مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَّوْلَاهُ''

جس کا میں مولا ہوں اُس کے یہ علی مولا ہیں۔

نبیؐ کی آواز پر صرف دس سال کے کمسن علیؑ نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ

"میں مدد کا وعدہ کرتا ہوں"

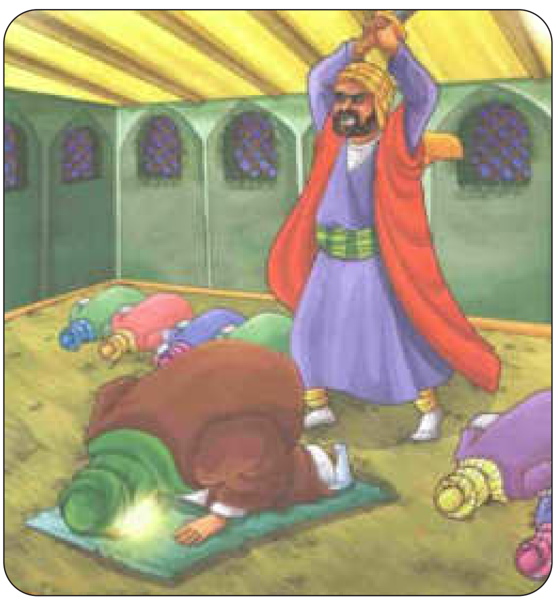
رسولؐ اسلام نے حضرت علی علیہ السلام کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر آپ کو مجمع کے سامنے کیا اور یہ اعلان فرمایا:

"یہ میرے بھائی، وصی اور تمھارے درمیان میرے خلیفہ ہیں۔ ان کی باتیں سنو اور ان کی اطاعت کرو۔"

- لوگوں نے جل کر جناب ابو طالب علیہ السلام کو طعنہ دیا۔
"محمدؐ تم کو تمھارے بیٹے کی اطاعت کا حکم دے رہے ہیں۔"
- جناب ابو طالب علیہ السلام نے جواب دیا: "میرا بھتیجا جو بات بھی کہتا ہے وہ بہر حال خیر ہے۔"

اس واقعہ کا نام "دعوت ذوالعشیرہ" ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے زندگی بھر ہر طرح سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی اور آپ کے بعد آپ کی پاک نسل یعنی گیارہ اماموںؑ نے دین کی مدد میں اپنی پاکیزہ زندگیاں صرف کیں۔



حضرت علیؑ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور رسول اللہؐ نے بھی اپنا وعدہ پورا فرمایا اور حضرت علی علیہ السلام کو اور اُن کے بعد اُن کی نسل کے گیارہ اماموں کو اپنا نائب، جانشین اور خلیفہ مقرر کیا۔

یہ کہنا غلط ہے کہ حضورؐ اپنی زندگی میں کسی کو خلیفہ بنا کر نہیں گئے بلکہ امت کو خلیفہ بنانے کا حق دے گئے اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک اور بے داغ سیرت پر وعدہ خلافی کا الزام بھی ہے۔ کوئی سچا مسلمان اپنے نبیؐ پر وعدہ خلافی کا الزام لگانا پسند نہیں کرے گا۔ لہٰذا رسولؐ کے بعد حضرت علی علیہ السلام کو بلافصل خلیفہ ماننا ہر سچے مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

• پھر آپؐ نے خدا سے دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاہُ وَ انْصُرْ مَنْ نَصَرَہٗ وَ اخْذُلْ مَنْ خَذَلَہٗ وَ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَہٗ حَیْثُمَا دَارَ۔

''خدایا! تو اس سے محبت کر جو علیؑ سے محبت کرے اور اُس سے دشمنی کر جو علیؑ سے دُشمنی کرے۔ اور اس کی مدد کر جو اِس کی مدد کرے اور اُسے چھوڑ دے جو علیؑ کو چھوڑے اور حق کو ادھر پھیر جدھر علیؑ جائیں۔''

اس کے بعد خدا نے ''آیۂ اکمال'' نازل فرمائی جس میں ارشاد ہے:

اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْھُمْ وَاخْشَوْنِ۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً سورۂ مائدہ ۳

''آج کے دن کافر تمہارے دین سے مایوس ہو گئے۔ لہٰذا تم ان سے نہ ڈرو بلکہ صرف مجھ سے ڈرو۔ آج کے دن میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا تم پر اپنی نعمت کو تمام کر دیا اور اسلام کو تمہارے لئے دین و آئین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔''

ذوالعشیرہ اور غدیر کے واقعہ سے معلوم ہوا کہ نبیؐ نے تبلیغ کے پہلے دن حضرت علی علیہ السلام کو جانشین بنا دیا تھا اور اپنی عمر کے آخر تک اپنا جانشین بنائے رکھا۔ اور واقعۂ غدیر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو حضرت علی علیہ السلام کو نبیؐ کا خلیفۂ بلافصل مانے گا خدا اُسی سے محبت کرے گا۔ جو مولا علیؑ کی خلافتِ بلافصل کا قائل ہوگا، اُسی کا دین کامل ہوگا، خدا کی نعمتیں اُسی کو ملیں گی اور خدا اُسی کے اسلام کو قبول کرے گا۔



۲۰

بیسواں سبق



اَئِمَّہِ اِثْنا عَشَرْ

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بہت سی حدیثیں موجود ہیں جن میں آپ نے فرمایا ہے کہ میرے خلیفہ اور امت کے ہادی بارہ ہوں گے۔

بارہ کی قید کا مطلب یہی ہے کہ امام اور خلیفہ نہ بارہ سے کم ہو سکتے ہیں اور نہ بارہ سے زائد۔

انھیں بارہ اماموں کو ائمہ اثنا عشر کہتے ہیں اور ان کے ماننے والے کو اثنا عشری۔



آج مسلمانوں میں جتنے فرقے پائے جاتے ہیں ان میں صرف شیعہ اثنا عشری ہی ایسا فرقہ ہے جو بارہ اماموں کو مانتا ہے، ورنہ دوسرے فرقوں کے امام اور خلیفہ یا بارہ سے کم ہیں یا زیادہ ہیں۔

شیعہ ''اثنا عشری'' اسی لئے کہلاتے ہیں کہ ''اِثْنا عَشَرْ'' کے معنیٰ بارہ ہیں اور اثنا عشری شیعہ صرف بارہ اماموں کے ماننے والے ہیں۔اس دلیل سے شیعہ اثنا عشری فرقہ کا سچا فرقہ ہونا ثابت ہے۔

ہم جن بارہ اماموں کو مانتے ہیں ان کے امام ہونے کی بہت سی دلیلیں ہیں:

پہلی دلیل

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور حدیث ہے:

اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلَ بَیْتِیْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ وَلَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ۔

میں تم میں **دو باعظمت** اور **گرانقدر چیزیں** چھوڑ کر جا رہا ہوں جن سے وابستہ رہو گے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے: ایک اللہ کی **کتاب** ہے دوسرے میری **عترتؑ** ہے۔ وہی میرے **اہل بیتؑ** ہیں۔ قرآن مجید اور میرے اہل بیتؑ ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے، کبھی جدا نہ ہوں گے، حوض کوثر پر دونوں میرے پاس ساتھ ساتھ آئیں گے۔



امام اسی لئے ہوتا ہے کہ وہ گمراہی کو روک سکے۔ **پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** کے ارشاد کے مطابق **قرآن** اور **اہل بیتؑ** گمراہی سے بچانے والے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ قیامت تک قرآن کے ساتھ کوئی امام بھی رہے جو **نبیؐ** کی **عترت** یعنی آپ کی اولاد میں سے ہو اور ہمارے بارہ امامؑ سب کے سب نبیؐ کے **اہل بیتؑ** اور آپ کی **عترتؑ** ہیں۔

اس حدیث سے ہمارے **بارہ اماموںؑ** کا امام ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ بارہ اماموںؑ کے علاوہ جتنے لوگوں نے **خلیفہ** یا امام ہونے کا دعویٰ کیا وہ نبیؐ کے اہلبیتؑ سے نہ تھے۔ لہٰذا **ائمہ اہلبیت علیہم السلام** کو امام ماننا ہر صاحب ایمان کے لئے ضروری ہے۔

دوسری دلیل

علمائے اسلام کی معتبر کتابوں میں ہے کہ **حضرت محمد مصطفیٰ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بعد میرے خلیفہ **علی** علیہ السلام ہوں گے، ان کے بعد **حسن** علیہ السلام اُن کے بعد **حسین** علیہ السلام

پھر

عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ زَیْنُ الْعَابِدِیْنَ، ان کے بعد **مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیِّ الْبَاقِرُ**

پھر

جَعْفَرُبْنُ مُحَمَّدِ الصَّادِقُ ان کے بعد **مُوسیٰ بْنُ جَعْفَرِ الْکَاظِمُ**

پھر

عَلِیُّ بْنُ مُوسیٰ الرِّضَا ان کے بعد **مُحَمَّدُ بْنُ عَلِی التَّقِیُّ**

پھر

عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدِ النَّقِیُّ ان کے بعد **حَسَنُ بْنُ عَلِیِّ الْعَسْکَرِیُّ**

پھر

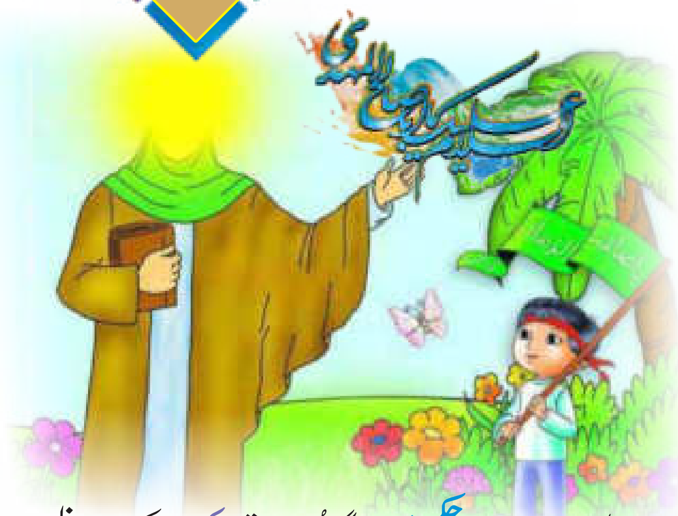
مُحَمَّدُ بْنُ حَسَنِ الْمَهْدِیُّ عَلَیْهِمِ السَّلَامُ ہوں گے۔ (ینابیع المودۃ جلد ۲ صفحہ ۵۲۹، بحارالانوار جد ۲۲ صفحہ ۲۹)

معلوم ہوا نبیؐ بارہ اماموںؑ کے نام، لقب اور ولدیت بتا گئے ہیں لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جب نبیؐ کا بتایا ہوا دین مانا ہے تو ان کے بتائے ہوئے اماموںؑ کا بھی اقرار کرے۔



۲۱

اکیسواں سبق



بارھویں امامؑ

بارھویں امام علیہ السلام زندہ ہیں۔ پردۂ غیبت میں ہیں۔ جب حکم خدا ہوگا اُس وقت کعبہ کے پاس ظہور فرمائیں گے اور ظلم سے بھری ہوئی زمین کو عدل سے بھر دیں گے۔

خدا کا شکر کہ آپ کی عمر پونے بارہ سو سال سے زیادہ ہو چکی ہے اور خداوند عالم جب تک چاہے گا زندہ رکھے گا۔

حضرتؑ کی طولانی عمر پر تعجب نہ ہونا چاہئے۔ جناب نوحؑ کو خدا نے تقریباً دو ہزار سال کی عمر عطا فرمائی۔ جناب عیسیٰؑ اب تک زندہ ہیں۔



جو شخص آپ کی طولانی عمر پر شک کرتا ہے وہ خدا کی قدرت پر شک کرتا ہے۔ خدا کی قدرت کے آگے نہ کوئی چیز مشکل ہے نہ تعجب کے قابل۔

- اصحاب کہف ہزاروں سال سے غار میں سو رہے ہیں اور خدا کی قدرت سے زندہ ہیں۔
- جو خدا پہاڑ سے جناب صالحؑ نبی کے لئے آناً فاناً مع بچہ کے اونٹنی پیدا کر سکتا ہے۔
- جناب موسیٰؑ کے عصا کو اژدھا اور اژدہے کو عصا بنا سکتا ہے۔

- جناب عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے پیدا کر سکتا ہے۔
- نمرود کی بھڑکائی ہوئی ٹنوں آگ میں جناب ابراہیمؑ کو بچا سکتا ہے۔
- وہ خدا سیکڑوں کیا ہزاروں سال کی عمر امام علیہ السلام کو کیوں نہیں دے سکتا اور اُن کو دشمنوں سے کیوں محفوظ نہیں رکھ سکتا؟
- بارہویں امام علیہ السلام کے وجود پر بہت سی دلیلیں ہیں جن میں سے چند آسان دلیلیں لکھی جاتی ہیں:



دلیل ۱

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اِنَّمَآ اَنۡتَ مُنۡذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ سورۂ رعد آیت نمبر ۷

یعنی

اے پیغمبر آپ ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لئے ہمیشہ ایک ہادی ہوتا ہے۔

- لہٰذا آج کے زمانہ میں جب قوم موجود ہے تو اس کا ہادی بھی ہونا ضروری ہے۔ اور اِس ہادی کو بھی ویسا ہی ہونا چاہئے جیسے ہادی ہر دور میں آغاز ہدایت سے ہوتے آئے ہیں۔





دلیل ۲

قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِيۡنَ سورۂ توبہ آیت نمبر ۱۹

یعنی

''اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور صادقین کی پیروی کرو۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں ایک ایسا ''صادق'' ہونا چاہئے جو اللہ کی نگاہ میں صادق ہو۔ ہمارے بارہویں امام علیہ السلام کے علاوہ کسی کے لئے ایسا صادق ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔

دلیل ۳

نبی کریمؐ کا ارشاد ہے:

''مَنۡ مَّاتَ وَلَمۡ يَعۡرِفۡ اِمَامَ زَمَانِهٖ فَقَدۡ مَاتَ مِيۡتَةً جَاهِلِيَّةً''

یعنی

''جو شخص اپنے زمانے کے امام کو پہچانے بغیر مر گیا اس کی موت کفر کی موت ہوتی ہے''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر زمانہ میں ایک امام کا ہونا ضروری ہے لہٰذا اس زمانہ میں بھی ایک ہادی اور امام ہونا چاہئے اور وہ ہمارے بارہویں امام علیہ السلام ہیں۔

دلیل ۴

قرآن مجید میں ہے:

"یَا اَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ"

سورۂ نساء آیت نمبر ۵۹

یعنی

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ اور صاحبان امر کی اطاعت کرو"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں ایک صاحب امر ہونا چاہئے اور وہ معصوم امام کے علاوہ کوئی نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا بلا قید و شرط کسی گناہ گار کی اطاعت کا حکم نہیں دے سکتا۔ وہ معصوم امامؑ آج ہمارے بارہویں امام ہی ہیں۔

دلیل ۵

صحیح مسلم میں ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''لَا یَزَالُ ھٰذَا الدِّیۡنُ قَائِمًا حَتّٰی تَقُوۡمَ السَّاعَۃُ اَوۡ یَکُوۡنَ عَلَیۡکُمۡ اِثۡنَا عَشَرَ خَلِیۡفَۃً''

یعنی

''ہمیشہ یہ دین قائم رہے گا جب تک قیامت نہ آجائے یا تم پر بارہ خلفاء نہ ہو جائیں۔''

دین کا قائم و دائم ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ پیغمبرؐ کے بارہ جانشینوں میں سے کوئی ایک آج بھی موجود ہے۔



۲۲

بائیسواں سبق

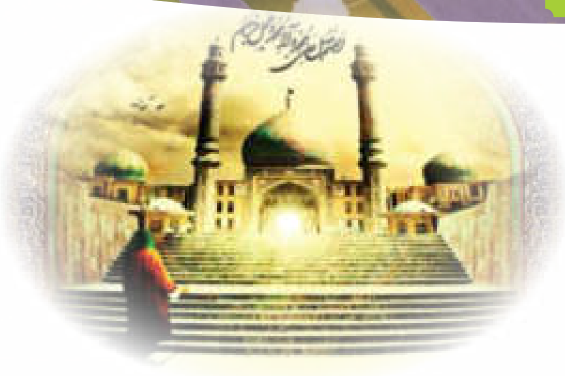


نُوَّابِ اَرْبَعَہ

جب امام حسن عسکری علیہ السلام کا انتقال ہوا تو ہمارے امام زمانہؑ کی عمر پانچ برس سے بھی کم تھی۔ حکومت وقت نے یہ طے کرلیا تھا کہ آپ کو کسی صورت سے زندہ نہ رہنے دیا جائے۔ لہٰذا آپ نے حکم خدا سے غیبت اختیار کی اور تقریباً ۷۰ برس تک یہ صورت حال رہی کہ آپ کے کچھ مخصوص اصحاب تھے جن کو آپ نے یکے بعد دیگرے اپنا نائب بنایا تھا اور صرف انھیں سے آپ ملاقات فرماتے تھے اور اُنھیں کے ذریعہ اپنے شیعوں تک اپنے پیغام بھیجا کرتے تھے۔ انھیں اصحاب کو **"نواب اربعہ"** یعنی چار نائب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔



یہ چار حضرات تھے اور ان میں سے ہر ایک اپنے دور میں سب سے بڑا امین اور امام علیہ السلام کا سب سے زیادہ معتمد تھا۔ نیز مشکلات کے مقابلے اور رازداری میں ان کے برابر کوئی نہ تھا۔



اُن میں سے

پہلے نائب

جناب عثمانؒ بن سعید تھے۔ آپ حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے وکیل تھے اور امام عصرؑ نے آپ کو اپنا پہلا نائب قرار دیا تھا۔ مسائل شرعیہ انھیں کے ذریعہ امامؑ سے پوچھے جاتے تھے۔ رقوم شرعیہ آپ ہی کے حوالہ کی جاتی تھیں۔

آپ سَمّان یعنی روغن فروش کے نام سے مشہور تھے۔

اس کاروبار کے پردے میں آپ اپنی دینی وشرعی ذمہ داریوں کو ادا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مومنین کے خطوط اور جو رقوم شرعی آپ کے حوالہ کی جاتی تھیں اُنھیں تیل کے برتنوں میں چھپا کر امامؑ کی خدمت میں پہنچاتے تھے۔ ۲۶۷ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔



دوسرے نائب

جناب عثمانؒ بن سعید ہی کے فرزند محمدؒ بن عثمانؒ تھے جنھیں حضرت امام زمانہؑ نے ان کے باپ کے مرنے پر تعزیت کا خط لکھا تھا اور دعائے خیر دیکر انھیں اپنا نائب قرار دیا تھا۔ ان دونوں کے بارے میں امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ دونوں میرے معتبر اور میرے معتمد ہیں۔

جناب عثمانؒ بن سعید تقریباً چالیس سال امام علیہ السلام کے نائب رہے اور ۳۰۴ھ یا ۳۰۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

انتقال سے دو مہینے قبل امام علیہ السلام نے اُنھیں اُن کے انتقال کی خبر دے دی تھی اور انھوں نے اپنی قبر خود تیار کر لی تھی۔



تیسرے نائب

جناب حسینؓ بن رَوْح تھے۔ اُن کو امام علیہ السلام نے **جناب محمد بن عثمانؓ** کی زندگی ہی میں اپنا **نائب** مقرر فرما دیا تھا اور **محمد بن عثمانؓ** نے اُن کا تعارف لوگوں میں کرا دیا تھا۔

اُس زمانہ کے ایک برگزیدہ عالم **ابوسَہْلِ نوبختی** تھے۔ اُن سے پوچھا گیا کہ آپ کو نائب کیوں نہیں بنایا گیا جبکہ آپ بہترین عالم اور مُناظر ہیں؟

انھوں نے جواب دیا:

مجھے نائب اس لئے نہیں بنایا گیا کہ میں مُناظرہ کرتے وقت نہ جانے کون سا راز زورِ بیان میں اُگل دوں جس کا چھپانا ضروری ہو۔ جبکہ حسینؓ بن روح نے اگر **حضرت ولی عصرؑ** کو اپنی عبا کے اندر چھپا رکھا ہو اور ان کے جسم کو قینچیوں سے کاٹا جائے تب بھی اپنی عبا کو نہ ہٹائیں گے۔

آپ کا ایک مشہور واقعہ یہ ہے کہ بغداد کا رہنے والا ایک شخص بخارا (ازبکستان) گیا ہوا تھا۔ جب وہاں سے آنے لگا تو وہاں کے ایک آدمی نے سونے کے دس **پتَّر** یہ کہہ کر دیئے کہ انھیں **حسینؓ بن روح** کے حوالہ کر دینا۔ یہ شخص لیکر چلا تو راستہ میں ایک **پتَّر** گم ہو گیا۔ بغداد میں آ کر سامان دیکھا تو اُس کے گم ہو جانے کا پتہ چلا فوراً اُسی قسم کا ایک **پتَّر** بازار سے خرید کر سب کو جناب حسینؓ بن روح کی خدمت میں لایا۔

آپ نے اُن میں سے نو لے لئے اور ایک واپس کر دیا۔ اُس نے تعجب سے واپس کرنے کا سبب دریافت کیا۔

آپ نے فرمایا کہ وہ **پتَّر** جو تجھ سے گر گیا تھا وہ میرے پاس پہنچ گیا ہے اور یہ تو نے بازار سے خریدا ہے۔

آپ تقریباً ۲۱ سال تک امام علیہ السلام کے نائب رہے اور **۱۸/شعبان ۳۲۶ھ** کو آپ کی وفات ہوگئی۔



چوتھے نائب

امام علیہ السلام کے چوتھے نائب **علیؒ بن محمد سَمَرِی** مقرر ہوئے۔

آپ کا انتقال **۱۵/شعبان ۳۲۹ھ** کو ہوگیا۔ اور اُن کے انتقال کے بعد خاص نائب مقرر کرنے کا یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔علیؒ بن محمد سَمَرِی کے بعد امامؑ نے اعلان کر دیا کہ اب غیبت کبریٰ کا آغاز ہو رہا ہے۔اب جو مسائل در پیش ہوں اُن میں فقہاء کی طرف رجوع کیا جائے۔ان کا حکم ہمارا حکم ہوگا اور ہمارا حکم خدا کا حکم ہے۔

نواب اربعہ کی قبریں بغداد میں ہیں اور لوگ اُن کی زیارت کے لئے جاتے رہتے ہیں۔

نواب اربعہ نے **امامؑ** کی عطا کردہ **خصوصی ذمہ داریوں** کو ادا کرنے کے ساتھ ساتھ مشترکہ طور پر جو اہم ذمہ داریاں نبھائیں اُن میں کچھ یہ ہیں:

١. ظالم حکومتوں کے نظام میں اثر ورسوخ پیدا کرنا اور اُس کے ذریعہ شیعوں کی حفاظت کرنا۔
٢. غالیوں کی سرگرمیوں سے قوم کی حفاظت کرنا اور اُن کے باطل نظریات کا توڑ کرنا۔
٣. امام زمانہؑ کے وجود کے بارے میں پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کو دور کرنا۔
٤. مختلف علاقوں اور بستیوں میں آباد شیعوں کے مسائل کے حل کے لئے علاقائی نمائندوں کا تعین کرنا اور شیعوں کو آپس میں جوڑنا۔





۲۳

تیئیسواں سبق

قرآن کی فضیلت

قرآن مجید خداوند عالم کا کلام اور آخری آسمانی کتاب ہے۔ یہ کتاب ہر کتاب اور ہر کلام سے عظیم اور برتر ہے۔

معصومینؑ کے ارشادات کی روشنی میں قرآن مجید کی کچھ خصوصیات اور فضیلتیں بیان کی جارہی ہیں :

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے:

۱ جیسے خداوند عالم اپنی مخلوق سے برتر اور اعلیٰ ہے ویسے ہی قرآن مجید ہر کلام اور ہر کتاب سے برتر اور اعلیٰ ہے۔

۲ سب سے سچا کلام، سب سے بہتر نصیحت اور سب سے دلکش قصہ قرآن مجید ہے۔

۳ قرآن مجید ایسی دولت ہے جس سے بے پروائی نہیں کی جاسکتی نہ ہی اس کے مل جانے کے بعد کوئی پریشانی ہوسکتی ہے۔

جناب امیرالمومنینؑ کا ارشاد ہے:

۱ قرآن کا خیال رکھو اور اس کو اپنا راہبر بناؤ۔

۲ سمجھ لو قرآن مل جانے کے بعد کوئی فاقہ نہیں کرسکتا، بغیر قرآن کے کوئی مالا مال نہیں ہوسکتا، اس لئے اس سے اپنی بیماریوں کا علاج کرواور اپنی پریشانیوں میں مدد لو، کیونکہ اس میں سب ہے۔ اس میں کفر، نفاق، سرکشی اور گمراہی جیسی بڑی بیماریوں سے شفا ہے۔



تلاوت کی فضیلت

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے:

۱ میری امت کی سب سے بڑی عبادت قرآن مجید کی تلاوت ہے۔

۲ قرآن والے، خدا والے اور خدا کے خاص بندے ہیں۔

۳ جب پیغمبرؐ سے دل کے زنگ کو صاف کرنے کا طریقہ پوچھا گیا تو فرمایا: ''تلاوت قرآن اور موت کو یاد رکھنا۔''

۴ تم میں سے کوئی جب اپنے رب سے بات کرنا چاہے تو وہ قرآن مجید کی تلاوت کرلیا کرے۔

۵ تمہارے لئے تلاوت قرآن ضروری ہے کیونکہ یہ گناہوں کا کفارہ، جہنم سے دوری اور عذاب سے بچاؤ ہے۔

۶ قرآن مجید کی تلاوت سے غافل نہ رہنا، کیونکہ قرآن دل کو زندہ کرتا ہے اور برائیوں، گناہوں اور ظلم وستم سے روکتا ہے۔

جناب امیرالمومنینؑ کا ارشاد ہے:

۱ جس کا دل قرآن مجید کی تلاوت سے مانوس ہوجائے اسے دوستوں کی جدائی اچاٹ نہیں کرتی۔

۲ ایمان کے پھولنے پھلنے کا نام تلاوت قرآن ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

۱ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے مومن کے گوشت اور خون میں گھل مل جاتا ہے، خدا قرآن کی تلاوت کرنے والے مومن کو اپنے بلند مرتبہ نبیوں کا درجہ عطا کرتا ہے۔



تعلیم قرآن

۱ **رسول اکرمؐ نے فرمایا:** اے معاذ! اگر خوش نصیبوں کی زندگی، شہداء کی موت، روز محشر کی نجات، خوف کے دن امن وسلامتی، تاریکیوں کے اندھیرے دن میں اجالا، اور گمراہی کے دن راہنمائی چاہئے تو قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرو۔ کیونکہ وہ خدائے رحمان کا ذکر، شیطان سے حفاظت کے لئے جائے پناہ اور میزان عمل میں سب سے وزنی عمل ہے۔

۲ قرآن مجید خدا کا بچھایا ہوا دسترخوان ہے، اس لئے جتنا ہو سکے اس دسترخوان سے نعمتیں حاصل کرو۔

۳ تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو خود قرآن سیکھے، پھر دوسروں کو سکھائے۔

۴ جب بھی کسی مسجد میں کچھ لوگ جمع ہو کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو اس کی تعلیم دیتے ہیں تو ان کو اللہ سکون واطمینان ضرور دیتا ہے۔ رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے، ملائکہ ان کو اپنے حلقہ میں لے کر ایک دوسرے سے ان کی تعریف کرتے ہیں۔

۵ جو اپنی اولاد کو قرآن سکھائے تو قیامت کے دن اس کی گردن میں ایسا ہار ہوگا جو سب کو اچھا لگے گا۔

جناب امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے:

۱ باپ پر اولاد کا حق یہ ہے کہ ان کا اچھا نام رکھے، انھیں اچھی تعلیم وتربیت دے اور قرآن مجید سکھائے۔

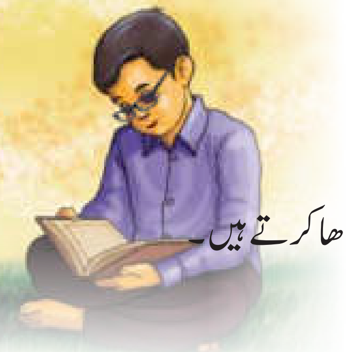
۲ قرآن سیکھو کیونکہ یہ بہترین کلام ہے، اس کے معنی سمجھنے کا شعور پیدا کرو کیونکہ یہ دلوں کی بہار ہے۔ اس کے نور سے شفا حاصل کرو کیونکہ یہ دلوں کے لئے شفا ہے اور اچھی طرح اس کی تلاوت کیا کرو کیونکہ یہ سب سے زیادہ فائدہ مند قصہ ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

۱ مومن کے لئے یہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ وہ قرآن سیکھے بغیر مر جائے، سیکھ نہ پائے تو سیکھنے کی حالت میں موت آئے۔

قرآن سمجھنے اور حفظ کرنے کی فضیلت





رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے:

۱ میری امت میں عزت والے وہ لوگ ہیں جو قرآن کی تلاوت کرتے اور نماز شب پڑھا کرتے ہیں۔

۲ اہل جنت میں وہ لوگ صاحبان معرفت قرار پائیں گے جنھوں نے قرآن سمجھا ہے۔

۳ جس دل میں قرآن محفوظ ہے خدا اس پر عذاب نہ کرے گا۔

۴ قرآن والے انبیاء ومرسلین کے بعد سب سے اونچے درجہ میں ہوں گے۔ اس لئے ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرو، کیونکہ خدا کے نزدیک ان کی بڑی منزلت ہے۔

۵ جسے خدا اپنی کتاب کو حفظ کرنے کی دولت دے اور پھر وہ سوچے کہ کسی اور کو اس سے بڑی دولت مل گئی ہے تو اس نے خدا کی سب سے بڑی دولت کی ناقدری اور ناشکری کی۔

٦ جس کے باطن میں قرآن مجید کا کوئی بھی حصہ نہ ہو وہ اجڑے گھر کی طرح ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

١ جو شخص حافظ قرآن ہو اور قرآن پر عمل بھی کرے وہ خدا کے نیک بندوں اور بڑے بڑے نبیوں کے ساتھ رہے گا۔

٢ کچھ لوگ قرآن اس لئے پڑھتے ہیں کہ لوگ انھیں قاریٔ قرآن کہیں اور کچھ لوگ حصول دنیا کے لئے قرآن پڑھتے ہیں، اس قرآن کے پڑھنے میں کوئی بھلائی نہیں، اور کچھ لوگ اس لئے قرآن پڑھتے ہیں کہ اپنی نماز اور اپنی زندگی کے شب و روز میں ہمیشہ فائدہ حاصل کریں۔



قرآن کی تلاوت سننا

رسولؐ خدا کا ارشاد ہے:

١ جو شخص قرآن مجید کی ایک آیت سنے گا اس کے لئے دوہرا ثواب لکھا جائے گا اور تلاوت کرنے والے کے لئے قرآن قیامت کے دن نور بن جائے گا۔

٢ قرآن کی تلاوت کرنے والے اور سننے والے کی دنیاوی اور اُخروی بلائیں دور کر دی جاتی ہیں۔



٢٤

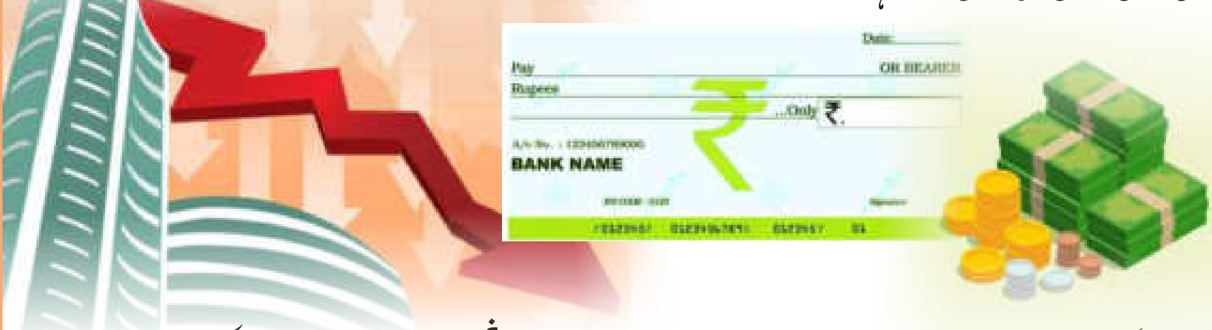
چوبیسواں سبق



خُمس

بچو! تم پڑھ چکے ہو کہ جن حقوق کی ادائیگی ہم پر لازم ہے جیسے زکوٰۃ، فطرہ وغیرہ وہ دو طرح کے ہیں۔ اللہ کا حق اور بندوں کے حقوق۔

بندوں کے حقوق کی بھی دو قسمیں ہیں۔ کچھ کا تعلق مال سے ہے اور کچھ کا اعمال و خدمات سے۔ جیسے والدین کے حقوق۔ خمس کا تعلق مالی حقوق سے ہے۔



زکوٰۃ، فطرہ، صدقہ جیسے مالی حقوق دینداروں کے کام آتے ہیں۔ جبکہ خمس کا آدھا حصہ جو سہمِ امامؑ کہلاتا ہے۔ خود دین کے کام آتا ہے۔ اللہ نے امام علیہ السلام کا حق اسی لئے رکھا ہے تاکہ اُس کے ذریعہ دین کا نظام قائم ہو سکے۔ دین کی ترویج اور اُس کی بقا کا انتظام ہو سکے۔ اسی لئے دین کے چھپے ہوئے دشمنوں نے زکوٰۃ و فطرہ جیسے مالی حقوق کو تو مٹانے کی کوشش نہیں کی لیکن خمس کے خلاف محاذ کھول کر اُسے صرف جنگی غنیمت یعنی لوٹ کے مال سے مخصوص کر کے اس عظیم فریضۂ الٰہی کو مٹا دیا۔ مقصد صرف یہ تھا کہ امام علیہ السلام تک یہ حق نہ پہنچے تاکہ وہ دین کا کوئی کام نہ کر سکیں۔ جبکہ خداوندِ عالم کا واضح اعلان ہے:



حسب ذیل چیزوں میں خمس واجب ہے:

۱ سالانہ آمدنی
- ① نقد: نوٹ، F.D.وغیرہ
- ② جنس: دال، چاول، چینی وغیرہ

۲ معدن یعنی کان

۳ خزانہ

۴ جب حلال وحرام مل جائیں۔

۵ سمندر میں غوطہ لگا کر جو چیزیں نکالی جائیں۔

۶ میدان جہاد میں جو مال غنیمت ملے۔

۷ وہ زمین جو کافر ذمی مسلمان سے خریدے۔

جس شخص کو بھی تجارت، کھیتی یا کسی دوسرے ذریعۂ معاش سے آمدنی ہو یا ذریعۂ معاش کے علاوہ مثلاً ہبہ وغیرہ کے ذریعہ آمدنی ہو۔ اگر اس کے پاس اس آمدنی سے اپنے اور اپنے عیال کے سال بھر کے خرچ کے بعد کچھ بچ جائے تو بچت کا پانچواں حصہ خمس میں نکالنا واجب ہوگا۔ چاہے بچت کفایت شعاری کی وجہ سے ہی کیوں نہ ہوئی ہو۔

خرچ کا حسب حیثیت اور جائز ہونا ضروری ہے۔ ورنہ اس مال کا بھی **خمس** دینا پڑے گا جو ناجائز کاموں میں صرف ہوا ہو جیسے داڑھی مونڈنے کا سامان خریدا ہو یا داڑھی مونڈنے کی اُجرت دی ہو یا حیثیت سے زیادہ خرچ کیا ہو جیسے عموماً آج کل شادیوں میں ہوتا ہے۔

خمس نکالے بغیر مال میں تصرف ناجائز ہے اور اس سے خریدی یا بنائی جانے والی چیزوں میں عبادت درست نہیں ہوتی۔



خمس کا مصرف

خمس کے دو حصے ہوتے ہیں:

- آدھا حصہ سادات کا ہوتا ہے جو اُس سید پر خرچ ہوگا جو فقیر یا یتیم ہو یا عالم سفر میں فقیر یعنی تنگ دست ہو گیا ہو۔

آدھا حصہ امام علیہ السلام کا ہوتا ہے۔

آج کل **زمانۂ غیبت** میں امام علیہ السلام کا حق **مجتہد جامع الشرائط** کو دیا جائے گا یا اس کی اجازت سے صرف کیا جائے گا۔ مجتہد جامع الشرائط وہ مجتہد ہے جس کی انسان تقلید کرتا ہو۔

سہم سادات اُسی کو دیا جاسکتا ہے جو اثنا عشری شیعہ ہو، علیٰ الاعلان گناہ نہ کرتا ہو اور خمس نکالنے والے پر اُس کا خرچ واجب نہ ہو۔

غیر سید کو سہم سادات نہیں دیا جاسکتا ہے البتہ حق امامؑ غیر سید پر بھی خرچ کیا جاسکتا ہے جس کے لئے مرجع تقلید کی اجازت ضروری ہے۔

صرف کسی کے سید ہونے کی دعوے داری پر خمس نہیں دیا جاسکتا۔ جب تک کہ اُس کے سید ہونے کا اطمینان نہ ہو۔

سہم امامؑ اپنی مرضی سے ہرگز خرچ نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے لئے مرجع تقلید کی اجازت ضروری ہے۔ بلکہ ایک فقیہ کا مقلد دوسرے فقیہ کی اجازت پر بھی سہم امام علیہ السلام صرف نہیں کرسکتا۔

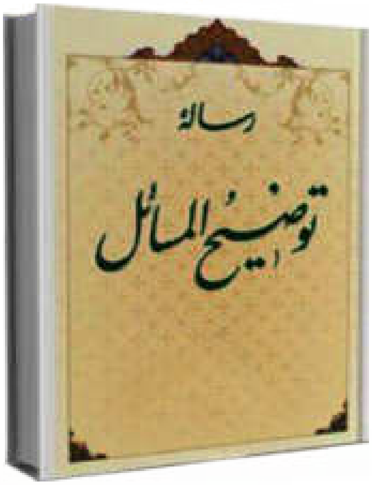
بعض لوگ مقروض ہونے کا بہانہ کر کے خمس نہیں دیتے یہ غلط ہے۔ اُن لوگوں کو چاہئے کہ اپنی بچت سے قرض ادا کریں یا خمس نکالیں۔



۲۵

پچیسواں سبق

ضروری مسائل



۱ اچھی آواز اللہ کو بھی پسند ہے اور اچھی آواز میں قرآن کی تلاوت کا حکم بھی دیا گیا ہے۔لیکن اچھی آواز اگر غنا بن جائے تو حرام ہے۔یعنی جو آوازیں گانے اور لہو ولعب کی محفلوں کے لئے مخصوص ہیں ان آوازوں کا نکالنا اور سننا حرام ہے۔ان آوازوں سے قرآن،نوحہ،مرثیہ اور مجلس پڑھنا بھی حرام ہے۔اسی کو غنا کہتے ہیں۔

- اسی طرح اسی مقصد سے آلات غنا یعنی میوزکل انسٹرومنٹس (Musical Instruments) سے نکالی جانے والی آوازیں بھی حرام ہیں۔انھیں موسیقی کہتے ہیں۔



- قرآن مجید میں مومن کی ایک پہچان ''لغو'' سے دوری ہے۔اور روایات اہلبیتؑ میں اس کی تفسیر گانے، باجے سے کی گئی ہے۔

۲ داڑھی کا مونڈنا یا مشین سے اتنا باریک کردینا کہ وہ مونڈنے کے برابر ہوجائے بنا بر احتیاط واجب حرام ہے۔یہ حکم تمام لوگوں کے لئے یکساں ہے۔لوگوں کے مذاق اڑانے کی وجہ سے حکم خدا نہیں بدلتا ہے۔بالغ ہونے پر داڑھی نہیں مونڈنا چاہئے۔چاہے داڑھی تھوڑی نکلی ہو یا زیادہ۔

۳

لڑکا تب بالغ ہوتا ہے جب وہ چاند کے مہینوں کے اعتبار سے ۱۵ سال کا ہو جائے یا زیر ناف بال نکل آئیں۔ یا اسے احتلام ہونے لگے تو اس صورت میں اُس پر غسل جنابت واجب ہو جاتا ہے اور لڑکی تب بالغ ہوتی ہے جب پورے نو سال کی ہو جائے یا زیر ناف بال نکل آئیں یا حیض آنے لگے۔ اس صورت میں حیض سے پاک ہونے پر غسل حیض واجب ہو جاتا ہے۔



۴

لڑکی ۹ سال کی ہو جائے تو اُس پر نماز روزہ کی طرح حجاب واجب ہو جاتا ہے۔ چاہے دیکھنے میں چھوٹی ہی کیوں نہ لگے۔

حجاب کا مطلب ہے بالوں سمیت سر سے پیروں تک پورے بدن کا چھپانا۔ صرف وضو میں دھوئے جانے بھر چہرہ کا حصہ اور گٹّوں تک ہاتھ کھلے رہ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ چہرہ کھلے ہونے کی صورت میں کسی اخلاقی خرابی کے پیدا ہونے کا امکان نہ ہو۔

یہ بالکل غلط ہے کہ سر کے بال تو چھپے ہوں اور بازوؤں تک ہاتھ کھلے ہوں۔ اسی طرح بعض خواتین انتہائی تنگ لباس پہن کر اسکارف باندھ لیتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ ہم نے حجاب کر لیا۔ یہ حجاب کرنا نہیں حجاب کا مذاق اڑانا ہے۔ لباس ایسا ہونا چاہئے جس سے جسم کے خدوخال ظاہر نہ ہوں۔

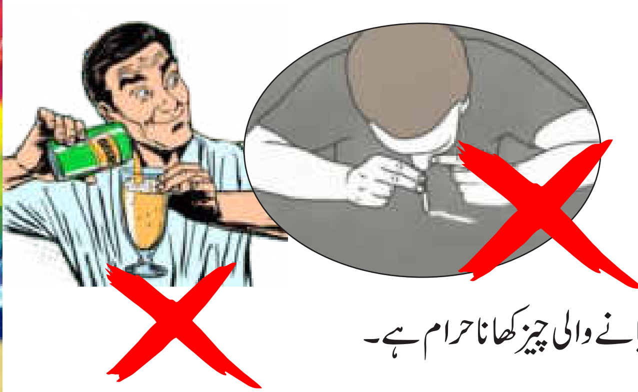


مرد کے لئے ماں، خالہ، پھوپھی، دادی، نانی، پردادی، پرنانی، بہن، بیٹی، بھتیجی، بھانجی، پوتی، نواسی، پرپوتی، پرنواسی، بیوی اور ساس کے علاوہ ساری عورتیں نامحرم ہیں۔ اسی طرح عورت کے لئے باپ، چچا، ماموں، دادا، نانا، پردادا، پرنانا، بھائی، بیٹا، بھتیجا، بھانجہ، پوتا، نواسہ، پرپوتا، پرنواسہ، شوہر اور سسر کے علاوہ سارے مرد نامحرم ہیں۔ یعنی ان کے علاوہ سارے رشتہ داروں سے حجاب واجب ہے۔ چاہے وہ کتنے ہی قریبی رشتہ دار ہوں۔

مردوں کے لئے نامحرم عورتوں کو دیکھنا حرام ہے۔ صرف چہرے اور گٹے تک ہاتھوں کے دیکھنے کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ مقصد لذت نہ ہو اور حرام میں پڑنے کا خطرہ نہ ہو۔ بلکہ ایسے خطرہ کے بغیر بھی بلا ضرورت نہ دیکھنا چاہئے۔

اسی طرح عورتوں کے لئے نامحرم مرد کے جسم کو مقصدِ لذت سے دیکھنا حرام ہے۔اسی طرح اگر دیکھنے سے حرام میں پڑنے کا خطرہ ہو تب بھی مرد کے جسم کو دیکھنا حرام ہے۔ بلکہ ایسے خطرہ کے بغیر بھی بلاضرورت نہ دیکھنا چاہئے۔

صرف بدن کے اُن حصوں کا دیکھنا جائز ہے جنھیں عام طور پر مرد نہیں چھپایا کرتے، جیسے سر، ہاتھ، پنڈلیاں۔ایسی جگہ جہاں خواتین کا مجمع ہو اور وہ دیکھ رہی ہوں شرٹ اور بنیان وغیرہ اتارنا حرام ہے۔اسلئے کہ نامحرم عورت کے سامنے مرد کے لئے اپنا سینہ اور پیٹھ کھولنا حرام ہے۔



کچھ اور ضروری مسائل

۱ کوئی بھی نجس چیز کھانا حرام ہے۔

۲ زہر یا کوئی بھی زہریلی چیز یا قابل لحاظ نقصان پہنچانے والی چیز کھانا حرام ہے۔

۳ حرام گوشت جانور کا گوشت کھانا حرام ہے۔

۴ ایسی چیز جس کا ایک دو بار استعمال تو نقصان نہ پہنچائے مگر مسلسل استعمال سے نقصان دہ ہونے کا اطمینان حاصل ہو جائے اس کا استعمال بھی حرام ہو جاتا ہے۔ جیسے گٹکا، تمباکو اور ان جیسی چیزیں۔



۵ حلال گوشت جانور کا گوشت حرام ہے اگر شرعی طریقہ پر ذبیحہ نہ ہوا ہو۔

۶ مٹی کا کھانا حرام ہے۔

۷ ہر طرح کی نشہ پیدا کرنے والی چیزوں کا استعمال حرام ہے چاہے بہنے والی ہوں جیسے شراب یا بہنے والی نہ ہوں جیسے اسمیک، ہروئن، بھنگ، چرس وغیرہ۔

۸ کھانے پینے کی چیزیں دو طرح کی ہوتی ہیں:

۱ ویج Veg یعنی وہ چیزیں جن میں گوشت یا چربی وغیرہ کا استعمال نہ ہو۔

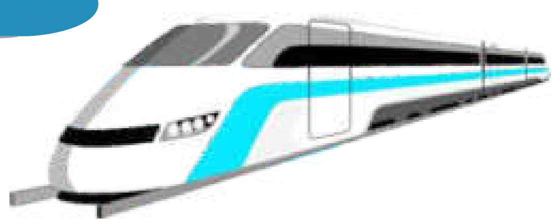
۲ نان ویج Non-veg یعنی وہ چیزیں جن میں گوشت یا چربی وغیرہ کا استعمال ہوا ہو۔

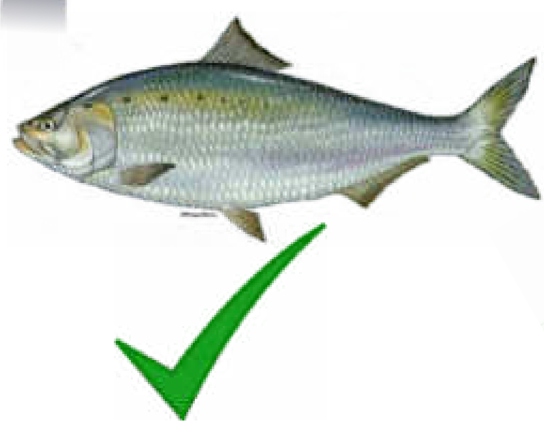
ویج (veg) کھانوں کی نجاست کا یقین یا اطمینان نہ ہو تو وہ پاک ہیں اور اُن کا کھانا جائز ہے۔اس لئے عام طور پر ہوائی جہاز،ٹرین وغیرہ میں ملنے والے ویج کھانے کھائے جاسکتے ہیں اور چائے،کافی وغیرہ پی جاسکتی ہے۔

نان ویج (Non-veg) کھانے کی چیزیں اُسی وقت استعمال کی جاسکتی ہیں جب اُن کے حلال گوشت سے بنے ہونے اور شرعی طریقے سے ذبیحہ ہونے کا یقین یا اطمینان ہو جائے۔ہاں اگر مسلمان کے ہاتھ سے ملیں تو اُس کا کھانا جائز ہے۔لیکن اگر مسلمان نے کسی کافر سے لیا ہو اور ذبیحہ ہونے کے بارے میں تحقیق نہ کی ہو تو اُس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

۹ مچھلیوں میں صرف وہی مچھلیاں کھانا جائز ہے جن پر فلس یعنی چھلکے ہوں۔ چاہے کم ہوں یا زیادہ۔ چونکہ عام مسلمان بغیر چھلکے والی مچھلی کھانا بھی جائز جانتے ہیں لہٰذا اُن کے ہوٹلوں میں مچھلی کھانے سے پہلے یہ اطمینان حاصل کر لینا چاہئے کہ وہ چھلکے والی ہیں۔









۲۶

چھبیسواں سبق



ماں باپ کے حقوق

بچو! تمھیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ **اسلام** آپس میں مل جل کر رہنے اور ایک دوسرے کا خیال رکھنے کا دین ہے۔ اسلام **معاشرہ اور سماج** سے کٹ کر تنہائی کی زندگی بسر کرنے کا دین ہرگز نہیں ہے۔

بچو! یہ بھی یاد رکھو کہ **اسلام** سماج میں گھل مل کر رہنے کا دین ضرور ہے، مگر **سماج** کے بتائے ہوئے **ڈھرّے** اور ریت رواج پر چلنے کا دین نہیں ہے بلکہ سماج میں پھیلی ہوئی برائیوں کو دور کرنے اور اس کو دین کے حکم کے مطابق ڈھا کا دین ہے۔ چونکہ اسلام اللہ کا بنایا ہوا ہے، اس لئے ایک مسلمان آپسی میل جول میں بھی خدا کی مرضی کا پورا لحاظ رکھتا ہے۔

ہمیں **خدا** کی رِضا صرف اسلام کے اصولوں اور احکام پر عمل کرنے سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔ **اللہ** نے جو قانون بنائے ہیں اُن میں ایک قانون یہ ہے کہ ہم دوسروں کا خیال رکھتے ہوئے زندگی بسر کریں۔ اس لئے ہمیں دوسروں کے بارے میں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنا چاہئے۔ اِن ذمہ داریوں میں **ماں باپ کے حقوق** سب سے اوپر ہیں۔

خداوند عالم انھیں کے ذریعہ ہمیں دنیا میں لایا، انھوں نے ہی ہمیں پال پوس کر بڑا کیا۔ ہم جو کچھ بھی ہیں، انھیں کی وجہ سے ہیں۔ تمھاری جانکاری کے لئے والدین کے کچھ حقوق کا ذکر کیا جارہا ہے، جن کا لحاظ رکھنا واجب ہے۔ لہٰذا ہمیں اُنکا ہر حال میں خیال رکھنا چاہئے۔ چاہے ہم کتنے بڑے علم والے، دولت مند یا حاکمِ وقت ہی کیوں نہ ہوگئے ہوں۔

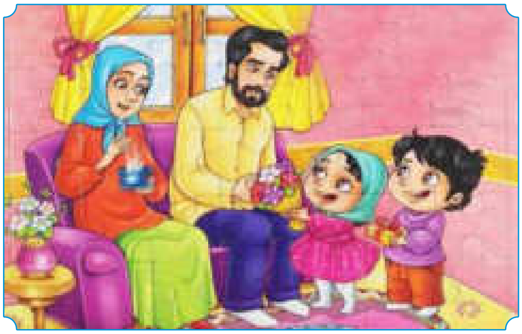
۱ اچھا برتاؤ

حقوق کی دنیا میں اولاد پر ماں باپ کا حق سب سے بڑا ہے۔ اسی لئے خدا نے اپنی عبادت اور والدین سے نیک سلوک کا حکم ایک ساتھ دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ● وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ● (سورۂ اسراء، آیت نمبر ۲۳، ۲۴)

"اور آپ کے پروردگار کا فیصلہ ہے کہ تم سب اُس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ اور اگر تمھارے سامنے اُن میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہوجائیں تو خبردار! اُن سے اُف تک نہ کہنا اور انھیں جھڑکنا بھی نہیں۔ اُن سے شریفانہ گفتگو کرتے رہنا اور اُن کے لئے خاکساری سے اپنے کاندھوں کو جھکائے رکھنا اور اُن کے حق میں دعا کرتے رہنا کہ پروردگار! ان دونوں پر اُسی طرح نعمت نازل فرما جس طرح انھوں نے بچپنے میں مجھے پالا"۔

اس آیت سے ماں باپ کے حقوق کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ خدا نے اپنی عبادت کے حکم کے ساتھ ساتھ ماں باپ سے اچھے برتاؤ کا حکم دیا ہے۔



اِس حُسنِ سلوک کے معنی امام جعفر صادقؑ نے یوں بتائے ہیں:

"حُسنِ سلوک کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ اچھے انداز سے زندگی بسر کریں اور انھیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو اُن کے مانگنے سے پہلے اُن کی خدمت میں حاضر کردیں۔ چاہے وہ نعمتوں سے مالا مال ہی کیوں نہ ہوں"۔

ماں کی عظمت کے بارے میں رسول اکرمؐ کا ارشاد اس طرح ہے:

"جنت تمھاری ماؤں کے پیروں کے نیچے ہے"۔

۲ ماں باپ کے ساتھ بدسلوک اور بداخلاقی سے بچنا

خدا کا حکم ہے کہ ماں باپ کو نہ جھڑکیں، بلکہ اُن کی کسی بات پر اُف تک نہ کریں۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ان سے چھوٹی سے چھوٹی، بلکہ ہلکی بدتمیزی اور بدسلوکی نہیں کرنا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

''ماں باپ کو گھور کر دیکھنے سے اولاد عاق ہو جاتی ہے اور جو عاق ہو جائے وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکتا''۔

۳ ماں باپ کا احترام

ہمیں ماں باپ سے بہت جھک کر ملنا ہے۔ تم نے ابھی ابھی جو آیت پڑھی ہے، اُس میں ماں باپ کے لئے شانے جھکا دینے کی بات ہے۔

امام جعفر صادقؑ نے اس کا مطلب یوں بتایا ہے:

''جب بھی اُن کی طرف دیکھو تو تمہاری آنکھوں میں نرمی اور شفقت بھری ہو، انکی آواز پر اپنی آواز اونچی نہ کرو اُن کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ اونچا نہ ہونے دو اور نہ ہی اُن کے آگے آگے چلو''۔



بچو!

تم نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہوگا کہ وہ جن لوگوں کو بڑا سمجھتے ہیں، جیسے ایم ایل اے، ایم پی، منسٹر، گورنر، نیتا، لیڈر اور سرکاری افسر، اُن کے آگے اس طرح جھک جاتے اور اُن کے سامنے اس طرح گر جاتے ہیں جیسے وہ اُن کے پروردگار ہوں۔

لیکن اللہ نے معصومینؑ کے بعد جن ماں باپ کو سب سے بڑا درجہ دیا ہے، اُن لوگوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ یہ بات اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ تم ایسا ہرگز نہ کرنا۔

۲۷

ستائیسواں سبق



بَرزَخ

ہر انسان کے موت سے قیامت تک کے درمیانی فاصلے کا نام برزخ ہے۔جس کی موت جس قدر قیامت سے قریب ہوگی اس کا برزخ اتنا ہی مختصر ہوگا اور جس قدر دور ہوگی اسی قدر برزخ بھی طولانی ہوگا۔



اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ

سورۂ مومنون آیت نمبر ۱۰۰

یعنی

اوران کے پیچھے ایک عالم بَرزخ ہے جو قیامت کے دن تک قائم رہنے والا ہے۔

برزخ کی ضرورت اس لئے ہے کہ انسان اس دنیا میں دو قسم کے عمل انجام دیتا ہے: ایک ظاہری عمل جسے ظاہری اعضاء وجوارح آنکھ، کان، ہاتھ، پیر سے انجام دیتا ہے اور جسے کردار کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دوسرے محبت ونفرت اور ایمان وکفر جیسا باطنی عمل جسے عقیدہ کہتے ہیں اور جس کا تعلق دل، دماغ اور روح سے ہوتا ہے۔

قیامت کا دن کردار کے مکمل حساب کے لئے معین ہے اور روح کے اعمال یعنی عقائد کے حساب کے لئے ضرورت تھی کہ روح کے جسم سے الگ ہونے کے بعد ایک جگہ ہو جہاں روح کو اس کے عقائد کا اچھا یا برا بدلہ دیا جا سکے۔ اسی عالم کا نام

برزخ ہے۔ برزخ میں ہر شخص کو اس کے عقائد کے اعتبار سے اچھی یا بری جگہ دی جاتی ہے۔

برزخ میں روحیں اپنے جسم کے بجائے ایک دوسرے جسم میں رہتی ہیں۔ جس طرح ہم جب بستر پر ہوتے ہیں اور خواب میں کسی جگہ جاتے ہیں، کھاتے پیتے اور دوڑتے بھاگتے ہیں۔ خواب میں ہم کو جو اپنا جسم نظر آتا ہے، **برزخ** میں **خدا** ہر انسان کو اُسی سے ملتا جلتا ایک جسم دے گا جس کو **"جسمِ مثالی"** کہتے ہیں۔

حدیثوں میں آیا ہے کہ عالم برزخ میں مومنین کی روحیں **وادی السّلام** میں رہتی ہیں اور کافروں، منافقوں اور اہلبیتؑ کے دشمنوں کی روحیں **وادی برہوت** میں رہتی ہیں۔

مرنے کے بعد انبیاءؑ، ائمہؑ، نابالغ، کم عقل اور دیوانوں کے علاوہ سب کو فشارِ قبر ہوتا ہے۔ جمعہ کی رات یا دن کو مرنے والا یا جوارِ ائمہؑ میں دفن ہونے والا فشارِ قبر سے محفوظ رہتا ہے۔

فشار کا مطلب یہ ہے کہ خدا سے **سرکشی** کرنے والوں یا اپنے **اہل وعیال** یا **مومنین** سے سختی کرنے والوں کو زمین دباتی ہے۔

قیامت کے دن گناہگار مومنین کی شفاعت معصومینؑ فرمائیں گے لیکن برزخ میں کوئی شفاعت نہ ہوگی۔ لہٰذا برزخ کے لئے ہر مومن کو خود اپنے اوپر بھروسہ کرنا پڑے گا۔ مرنے والے کے اعزاء واحباب کا فریضہ ہے کہ وہ مرنے والے کے واجبات کو ادا کریں، اس کے ذمہ جو حقوق خدا یا بندوں کے باقی ہوں اُنھیں بھی ادا کریں۔ اسکے علاوہ ایصالِ ثواب کے لئے اعمالِ خیر بھی انجام دیں تا کہ مومن کا برزخ آسانی سے گذر جائے۔



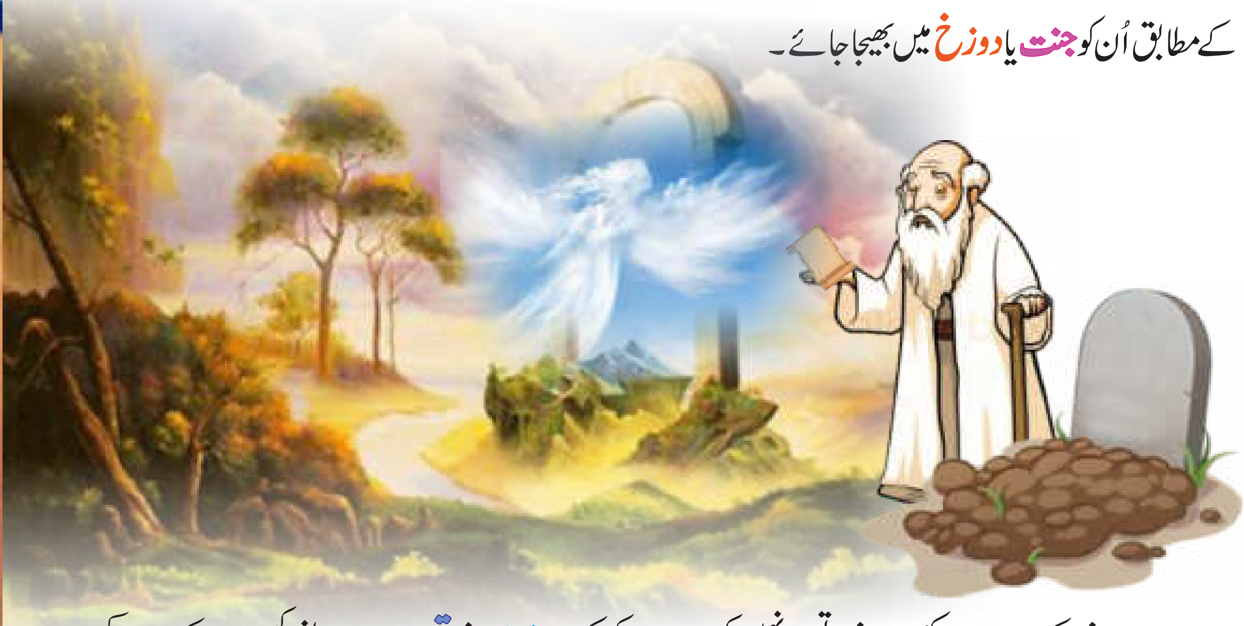
۲۸

اٹھائیسواں سبق



قیامت

قیامت وہ دن ہے جس دن انسان دوبارہ **زندہ** کئے جائیں گے تا کہ اُن کے **عقیدہ و عمل کا حساب** لیا جائے اور اس کے مطابق اُن کو **جنت** یا **دوزخ** میں بھیجا جائے۔



مرنے کے بعد زندہ کئے جانے پر تعجب نہیں کرنا چاہئے کیونکہ جو **خدا** اپنی **قدرت** سے بغیر کسی چیز کے سب کچھ پیدا کرسکتا ہے وہ اس بات پر بھی **قادر** ہے کہ تمام انسانوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کردے۔

ایک مرتبہ **جناب ابراہیم علیہ السلام** ایک دریا کے کنارے سے گذر رہے تھے۔آپ نے دیکھا کہ ایک **مردار** جس کا آدھا حصہ **دریا** کے **باہر** ہے اور آدھا دریا کے **اندر** اور زمین کی طرف والے حصہ کو زمین پر رہنے والے جانور اور دریا کے اندر

والے حصہ کو دریائی جانور کھا رہے ہیں۔ آپ نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی:

◇ پروردگار! مجھے یہ دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟

◇ خداوند عالم نے فرمایا: کیا تمھارا اس پر ایمان نہیں ہے؟

◇ آپ نے عرض کی: ایمان تو ہے مگر اطمینان چاہتا ہوں۔

حکم خدا ہوا:

- اے ابراہیمؑ! چار پرندوں کو پکڑ لو اور انہیں ذبح کر کے اُن کے ٹکڑے آپس میں ملا دو اور الگ الگ پہاڑوں پر رکھ دو۔ اس کے بعد سب کو الگ الگ آواز دو۔ یہ سارے ٹکڑے دوڑ کر تمہارے پاس آ جائیں گے۔
- جناب ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور آپ نے جو آواز دی تو ہر پرندے کے ٹکڑے آنے لگے۔ اور ہر پرندہ اپنی اصلی حالت پر واپس آ گیا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند عالم مرنے کے بعد بلکہ قیمہ قیمہ ہونے کے بعد بھی زندہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ قیامت کو معاد یعنی اللہ کی بارگاہ میں واپسی کا دن، آخرت، یوم حساب، یوم الدین یعنی جزا کا دن، یوم موعود یعنی وعدہ کا دن، یوم بعث یعنی قبر سے اٹھائے جانے کا دن اور یوم الفصل یعنی فیصلہ کا دن بھی کہتے ہیں۔



۲۹

انتیسواں سبق



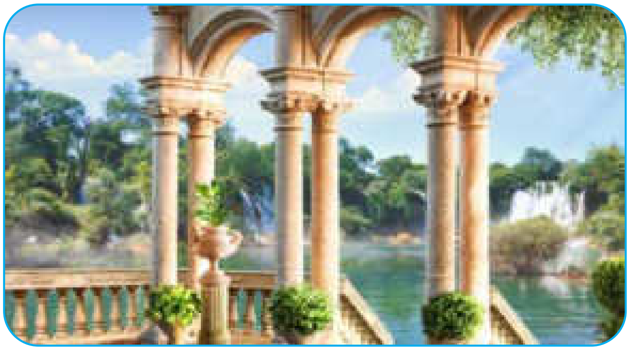
عمل اور حساب

❖ اللہ نے بندوں کو عمل کا موقع صرف دنیا میں دیا ہے۔آخرت میں کسی کو عمل کا موقع نہیں ملے گا۔

جو لوگ اس دنیا میں نماز، روزہ نہیں کرتے۔زکوٰۃ و خمس نہیں نکالتے۔حج نہیں کرتے اور مر جاتے ہیں وہ آخرت میں بہت پچھتائیں گے اور پچھتاوے کے سوا کچھ ان کے ہاتھ نہیں لگے گا۔









جزا اور سزا کی جگہ صرف آخرت ہے دنیا نہیں۔

اگر دنیا میں اچھے کاموں کی جزا اور برے کاموں کی سزا ملتی ہوتی تو نبیؐ، امامؑ اور اللہ کے نیک بندے مصیبتوں میں نہ رہتے اور نہ نمرود، فرعون اور یزید جیسے بُرے لوگ راحت و آرام میں رہتے۔

خیرات کرنے سے بلائیں ضرور دور ہوتی ہیں لیکن خیرات کا ثواب آخرت میں ملے گا۔ اسی طرح گناہوں سے بلائیں نازل ہوتی ہیں مگر گناہوں کی سزا آخرت میں ملے گی۔

اللہ نے دو دو فرشتے ہر انسان پر معین کئے ہیں جو اس کے ہر کام کو لکھتے رہتے ہیں۔ حساب کے دن ملائکہ کے لکھے ہوئے اعمال نامے انسان کو دیئے جائیں گے جس کے بعد کوئی شخص اپنے گناہوں سے انکار نہ کر سکے گا۔

اعمال نامہ کے علاوہ ہمارے ہاتھ، پیر، آنکھ، کان سب اعضاء بھی ہمارے ان تمام گناہوں کی گواہی دیں گے جو گناہ ہم نے ان اعضاء سے کئے ہوں گے۔

اللہ نے جنت یا دوزخ میں جگہ دینے سے پہلے حساب کتاب اس لئے رکھا ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اعتراض نہ کر سکے۔

اگر خدا پیدا کرتے ہی ہر انسان کو جنت یا دوزخ میں بھیج دیتا تو لوگ اعتراض کرتے کہ بغیر گناہ کے دوزخ میں کیوں ڈالا اور بغیر نیکی کے جنت میں جگہ کیوں دی۔



۳۰

تیسواں سبق



کچھ گناہانِ کبیرہ

غیبت

کسی مومن کی ایسی کمی اُس کے پیٹھ پیچھے بیان کرنا غیبت کہلاتا ہے جو اُس کی اذیت کا باعث ہو۔

جنابِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوذرؓ سے ارشاد فرماتے ہیں:

''اے ابوذر اپنے کو غیبت سے باز رکھو کیونکہ غیبت بدکاری سے بدتر ہے''

ابوذرؓ نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، یہ کیوں؟

آپ نے فرمایا: اس لئے کہ جب آدمی بدکاری کے بعد توبہ کرتا ہے تو خدا اسے بخش دیتا ہے لیکن غیبت ایسا گناہ ہے جس کی معافی اُس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک وہ نہ معاف کردے جس کی غیبت کی ہو۔

ابوذرؓ نے عرض کی: یارسول اللہ غیبت کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: ''کسی بندۂ مومن کا اس طرح تذکرہ کرنا جسے وہ برا مانے''۔

ابوذرؓ نے عرض کی: اگر وہ بات واقعی اُس میں پائی جاتی ہو؟

آپ نے فرمایا: اگر وہ بات اُس میں پائی جاتی ہے جب ہی تو غیبت ہے اور اگر نہیں پائی جاتی تو افتراء اور بہتان یعنی جھوٹا الزام ہوگا۔

مومن کا فرض ہے کہ جب اُس کے سامنے کسی کی غیبت کی جائے تو غیبت کرنے والے کو روک دے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو وہاں سے ہٹ جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ (سورۂ حجرات آیت نمبر ۱۲)

یعنی

تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے کیا تم میں سے کوئی ایک اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ تمھیں یہ کام سخت ناپسند ہے (تو پھر غیبت کیسے کرتے ہو)۔

غیبت زبان سے ہی نہیں کی جاتی بلکہ اعضاء سے بھی کی جاسکتی ہے مثلاً کسی لنگڑے کے چلنے یا کسی کے ہکلے کی بات کرنے کی نقل کرنا بھی غیبت ہے۔



غیبت حرام ہے لیکن کچھ مقامات پر جائز ہو جاتی ہے۔ بلکہ کہیں کہیں تو واجب ہے۔

جن مقامات پر غیبت جائز ہے

۱ اگر کسی شخص نے کسی پر ظلم کیا ہو تو مظلوم اُس کے ظلم کی داستان کو ایسے شخص کے سامنے بیان کرسکتا ہے جو اُس کو ظلم سے بچا سکے اور وہ سن سکتا ہے۔

۲ جب کوئی شخص کسی کے بارے میں نکاح یا قرض جیسے کسی معاملے کی غرض سے مشورہ کرے تو مشورہ دینے والا واقعی حالات بیان کرسکتا ہے۔

۳ اہل بدعت کی بدعت کا بیان کرنا خصوصاً علماء پر لازم ہے۔ چاہے اس کے لئے اہل بدعت کی غیبت کرنا پڑے۔ مذہب کے نام پر ایسے کاموں کا ایجاد کرنا بدعت ہے جن کے لئے کوئی شرعی دلیل موجود نہ ہو۔

اسی طرح اگر کوئی شخص مجلس یا وعظ میں باطل اور بے بنیاد عقائد و نظریات پیش کر کے لوگوں کو فریب دیتا ہو اور گمراہ کرتا ہو یا اس طرح کے دعوے کرے کہ مجھ پر فلاں کی سواری آئی ہے، یا مجھے حکم ہوا ہے تو اُس کی تردید تمام مومنین پر لازم ہے۔ چاہے غیبت ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔

۴ اگر کوئی شخص کسی نقص کے ساتھ مشہور ہو گیا ہو یا اس نقص سے پکارا جاتا ہو مثلاً کوئی کالے رنگ کا آدمی کلو کے نام سے مشہور ہو تو اُسے اُس نام سے پکارنا یا اُس کے رنگ کا ذکر کرنا جائز ہے۔ مگر اس حالت میں بھی ایسے الفاظ کا استعمال نہ کرے کہ وہ برا مانے۔

۵ جب کوئی کسی گناہ کو کھلم کھلا کرتا ہو مثلاً کھلے عام شراب پیتا ہو تو اس کے اس گناہ کا ذکر کرنا غیبت نہیں ہے۔ بشرطیکہ توہین مقصود نہ ہو۔

۶ جو شخص اپنا شجرہ غلط بتاتا ہو اس کا صحیح شجرہ بتانا جائز ہے۔

غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ توبہ کرے اور جس کی غیبت کی ہو اس سے معاف کرالے اور اگر وہ مر گیا ہو تو اس کے لئے استغفار کرے۔



جھوٹ

جھوٹ گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن مجید میں کئی جگہ اس کی برائی کا تذکرہ ہے:

لَعۡنَتَ اللّٰہِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ (سورۂ آل عمران آیت نمبر ۶۱)

یعنی

"جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے۔"

- حدیث میں ہے کہ جھوٹ شراب سے بدتر ہے، جھوٹ ایمان کو خراب کرتا ہے۔



- حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص زیادہ جھوٹ بولتا ہے خدا اُس کو نسیان اور بھول میں مبتلا کر دیتا ہے۔ تاکہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل و رسوا ہو، ہنسی مذاق میں بھی جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے۔

ہاں چند مقامات پر جھوٹ بولنا جائز ہے:

۱ جب سچ بولنے میں کسی مومن کو نقصان ہوتا ہو یا ناحق قتل ہو جانے کا خوف ہو اور جھوٹ بولنے سے چھٹکارا مل سکتا ہو تو جھوٹ بولنا جائز ہے بلکہ واجب ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ ایسے الفاظ میں بات کہے کہ مقصد بھی پورا ہو جائے اور خلاف واقعہ بھی نہ ہو۔ مثلاً کسی کا مال تمھارے پاس امانت ہو اور کوئی ظالم اُسے لے لینا چاہتا ہو اور تم سے دریافت کیا جائے تو یوں کہو کہ میرے ہاتھوں میں نہیں ہے یا میرے پاس نہیں ہے تم اس خیال سے کہو کہ تمھارے ہاتھ یا جیب میں نہیں ہے اور وہ یہ سمجھے کہ تمہارے قبضہ میں نہیں ہے۔

۲ جب دو مومنوں کے درمیان رنجش ہو اور رنجش دور کرانا اور آپس میں میل جول کرانا چاہے تو ایک طرف سے جھوٹ موٹ ایسی باتیں دوسرے سے کہہ سکتا ہے جن سے باہم ملاپ ہو جائے۔

۳ جب کسی ایسی جگہ ہو کہ اپنے مذہب کے اظہار سے جان یا آبرو یا اتنے مال کا خطرہ ہو جس کی بربادی اُس کے لئے ناقابل برداشت ہو اور اُس خطرہ کے دفع کرنے کی کوئی تدبیر بھی نہ ہو تو حقیقت کو چھپا سکتا ہے۔ اسی کا نام تقیہ ہے۔



٣١

اکتیسواں سبق



والدین کے ساتھ حسن سلوک

ماں باپ کا احترام، ان کی خدمت، ان کے ساتھ حسن سلوک اور اطاعت کا خیال رکھنا دین اسلام کے اعلیٰ فرائض میں سے ہے۔ان کو راضی رکھنا بہت بڑی عبادت ہے۔ان کی نافرمانی اور ان کو رنجیدہ اور آزردہ کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

قرآن میں ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا يَبۡلُغَنَّ عِنۡدَكَ الۡكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوۡ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنۡهَرۡهُمَا وَقُلۡ لَّهُمَا قَوۡلًا كَرِيۡمًا (سورۂ اسراء آیت نمبر۲۳)

یعنی

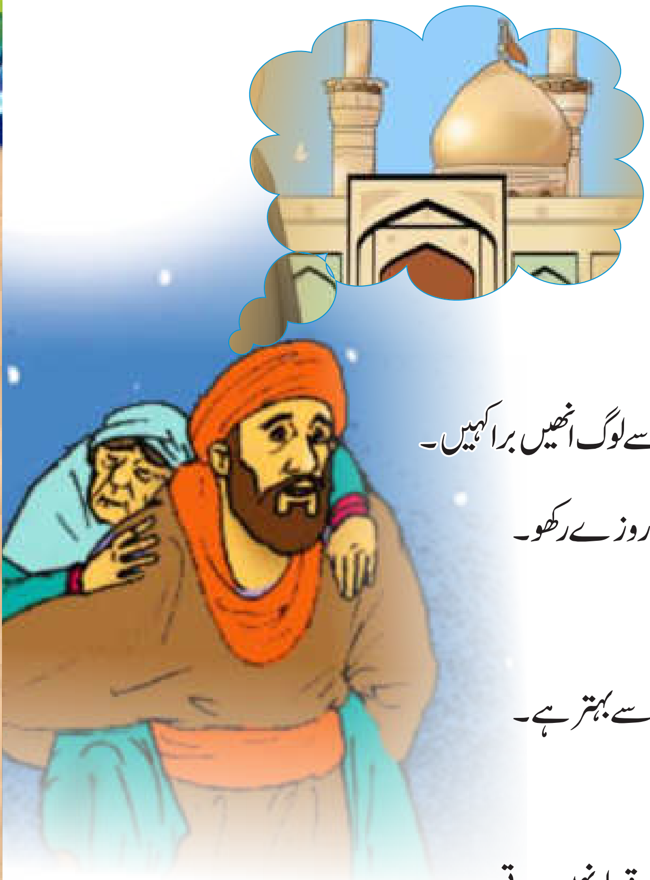
تمہارے پروردگار کا فیصلہ ہے کہ تم سب اسکے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور اگر تمہارے سامنے ان میں سے کوئی یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو خبردار ان سے اف بھی نہ کہنا اور نہ انھیں جھڑکنا اور ان سے ہمیشہ شریفانہ گفتگو کرتے رہنا۔

- معصومینؑ کے ارشادات میں ہے کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی یہ ہے کہ ان کو اتنی بھی زحمت نہ دو کہ اُن کو تُم سے کسی چیز کے مانگنے کے لئے کہنا پڑے۔ان کے اخراجات پورے کرو۔



- ان کی آواز پر اپنی آواز اونچی نہ کرو۔ اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ سے اونچا نہ کرو۔
- ان کے آگے آگے مت چلو۔ کہیں ان سے پہلے نہ بیٹھو۔
- تیز نگاہ سے ان کو نہ دیکھو۔ بلکہ انھیں محبت بھری نگاہوں سے دیکھو۔ ان کو محبت سے دیکھنا عبادت ہے۔
- اگر وہ تمہیں ماریں تو تم ان کی بخشش کی دعا کرو۔
- ان کے سامنے عاجزی اور انکساری سے بیٹھو اور انکی مدارات کا خیال رکھو۔
- اگر ماں باپ کافر ہوں اور تم سے کافر ہو جانے کو کہیں تو ان کا حکم نہ مانو مگر دنیا میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہو۔





- نام لے کر اُن کو نہ پکارو۔ ایسا کام نہ کرو جس کی وجہ سے لوگ انھیں برا کہیں۔
- اگر ان کا انتقال ہو گیا ہو تو ان کے لئے نمازیں پڑھو، روزے رکھو۔
- اُن کی طرف سے حج کرو۔
- ماں باپ کی چوبیس گھنٹے خدمت ایک سال کے جہاد سے بہتر ہے۔
- ماں باپ مقروض ہوں تو ان کا قرضہ ادا کرو۔
- ماں باپ کی طرف غصہ کی نگاہ سے دیکھنے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی۔
- بنی اسرائیل کا ایک شخص جس کا نام جریح تھا جو بڑا عبادت گذار تھا اور اکثر اوقات عبادت میں مصروف رہتا تھا۔

ایک دن اُس کی ماں نے اس کو پکارا مگر چونکہ عبادت میں مشغول تھا جواب نہ دے سکا۔ وہ واپس گئی پھر دوبارہ آئی اور پھر یہ نماز میں مشغول ہونے کی وجہ سے جواب نہ دے سکا۔ پھر تیسری مرتبہ آئی اور پکارا اس نے جواب نہ دیا اور نماز پڑھنے لگا۔

اس کی ماں نے غصہ میں کہا کہ میں خدا سے چاہتی ہوں کہ اس گناہ کا اس سے مواخذہ کرے۔

دوسرے دن ایک بدکار عورت اس کے عبادت خانہ کے پاس آ کر بیٹھ گئی اور اس کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا اور وہ بالا علان کہنے لگی کہ جریح نے میرے ساتھ بدکاری کی ہے اور یہ بچہ اسی کا ہے۔

خبر بادشاہ تک پہنچی اور اس نے جریح کو سولی دینے کا حکم دیا۔ جب یہ حال جریح کی ماں کو معلوم ہوا تو روتی ہوئی آئی۔ جریح نے کہا: ماں! یہ بلا تمہاری بددعا کی لائی ہوئی ہے۔

جب لوگوں نے سنا تو اس واقعہ کی تفتیش کی اور جریح نے ساری داستان کہہ سنائی۔ لوگوں نے کہا کہ آخر تمہاری سچائی کا کچھ ثبوت بھی ہے؟

جریح بولا: ہاں اس لڑکے کو لے آؤ۔ جب اس کو لائے تو جریح نے پوچھا تو کس کا لڑکا ہے؟

خدا کے حکم سے وہ بول اٹھا کہ میں فلاں شخص کا لڑکا ہوں جو فلاں شخص کی بکریاں چراتا ہے۔

اس کے بعد جریح کو آزاد کر دیا گیا۔

عابد نے قسم کھائی کہ جب تک زندہ رہوں گا ماں کی خدمت کرتا رہوں گا اور ماں کی خدمت نہیں چھوڑوں گا۔



بتیسواں سبق

۳۲



محبت۔نفرت

جس طرح **اللہ** نے دل، دماغ، آنکھ، کان، زبان بہت سی نعمتیں دی ہیں اسی طرح محبت اور نفرت کا خزانہ بھی عطا کیا ہے۔ یہ **اللہ** کی دی ہوئی نعمتیں ہیں ان کا صحیح طریقہ پر صرف کرنا ہم سب کا فریضہ ہے۔

محبت اور نفرت کا صحیح استعمال یہ ہے کہ نیکی اور نیک افراد سے محبت کی جائے اور برائی اور برے لوگوں سے نفرت کی جائے۔ نیک لوگوں سے نفرت کرنا جتنا بڑا گناہ ہے۔ برے لوگوں سے محبت کرنا بھی اتنا ہی بڑا گناہ ہے۔

ایک مسلمان کا فرض ہے کہ خدا، رسولؐ اور امامؑ سے محبت کرے۔ ان کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھے۔ ان کے ہر حکم پر عمل کرے۔ ان کے دوستوں کو دوست رکھے۔ خدا، رسولؐ، امامؑ کی اس محبت کا نام تولا ہے۔





اِسی طرح ہر مسلمان کا فرض ہے کہ خدا، رسولؐ اور امامؑ کے دشمنوں سے نفرت کرے۔ اُن کی عادتوں کے اختیار کرنے سے پرہیز کرے۔ اُن کی محبت سے اپنے دل کو خالی رکھے۔ اُن کی تعظیم نہ کرے۔ خدا، رسولؐ اور امامؑ کے دشمنوں سے

اِسی دوری اختیار کرنے کا نام تبرا ہے۔

دوست کا دوست، دوست ہوتا ہے اور دوست کا دشمن، دشمن ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ، رسولؐ اور امامؑ کا دوست اُن کے دوستوں کو دوست رکھتا ہے اور اُن کے دشمنوں سے نفرت رکھتا ہے۔

جس طرح نیک لوگوں سے محبت کرنا واجب ہے اسی طرح نیکی سے محبت کرنا اور برائی سے نفرت کرنا بھی ہر شخص کا فرض ہے۔

نیکی سے پہلی محبت یہ ہے کہ انسان خود اُس کو اختیار کرے اور دوسری محبت یہ ہے کہ اپنے امکان بھر دوسروں میں نیکی پھیلانے کی کوشش کرے۔ نیکی پھیلانے کی کوشش کا نام ''امر بالمعروف'' ہے۔

برائی سے پہلی نفرت یہ ہے کہ انسان پہلے اُس سے خود پرہیز کرے اور دوسری نفرت یہ ہے کہ دوسروں کو برائی سے بچانے کی کوشش کی جائے۔ برائی کو پھیلنے سے روکنے کا نام ''نَہْیُ عَنِ الْمُنْکَر'' ہے۔

تولا، تبرا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہم سب پر اُسی طرح واجب ہیں جس طرح نماز، روزہ ہم سب پر واجب ہے۔





تینتیسواں سبق

آداب نماز (۱)

تمام اعمال میں بہترین عمل نماز ہے اسی لئے روز قیامت پہلا سوال نماز کے بارے میں ہوگا اگر نماز قبول ہوئی تو سارے اعمال قبول ہوں گے۔ ورنہ ساری زندگی کی نیکیاں نذر، نیاز، مجلس، ماتم، ماں باپ کی خدمت، استاد کی عزت سب بیکار جائے گا۔لھذا نماز اس طرح پڑھنا چاہئے کہ قبول ہوجائے۔اس کے لئے واجبات کے ساتھ ساتھ آداب نماز یعنی اسکے مستحبات ومکروہات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔تا کہ نماز اس لائق ہوجائے کہ اللہ کی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل کرلے۔

بچو!

ابھی سے عادت ڈالو کہ نماز کو اطمینان کے ساتھ اسکے آداب کا لحاظ کر کے پڑھو۔ جو کام مستحب ہیں وہ کرو اور جو کام نماز کے ثواب کو کم کردیتے ہیں اور مکروہ ہیں ان سے بچو۔

اب ہم تمہیں کئی ایسی چیزیں بتائیں گے جن کا لحاظ کر کے نماز پڑھنے سے اس کا ثواب بہت بڑھ جاتا ہے۔



عام مستحبات

۱ عقیق کی انگوٹھی پہننا۔

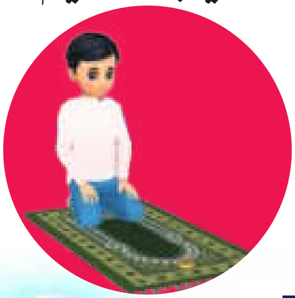
۲ صاف ستھرے کپڑے پہننا۔

۳ خوشبو لگانا۔

۴ اول وقت نماز پڑھنا، اول وقت سے جتنا قریب ہو اتنا ہی بہتر ہے مگر یہ کہ نماز کو دیر سے پڑھنے میں کوئی بہتر وجہ ہو جیسے انتظار کرے کہ نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھے۔

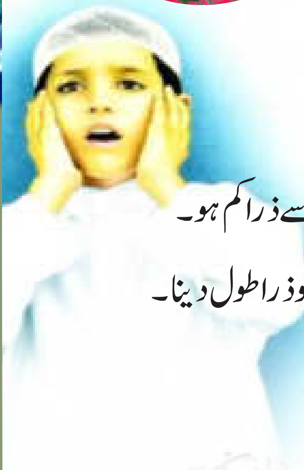
۵ نماز کو جماعت سے ادا کرنا۔

۶ اس طرح اذان و اقامت کہنا کہ دونوں کے درمیان ایک مختصر سا فاصلہ ہو مثلاً دعا پڑھ لے یا سجدہ کر لے یا کم از کم ایک قدم آگے جا کر واپس آئے پھر اقامت کہے۔



۷ اذان کے بعد ائمہ طاہرینؑ سے منقول دعائیں پڑھنا۔

۸ نماز کے لیے سفید کپڑے پہننا۔



اذان و اقامت کے مستحب اور مکروہ کام

مستحبات

۱ مرد کا اذان و اقامت کو بلند آواز میں کہنا اس طرح کہ اقامت میں آواز، اذان کی آواز سے ذرا کم ہو۔

۲ اذان کو ٹھہر ٹھہر کر کہنا کہ سننے والا حروف کو سمجھ سکے نیز اذان کے ہر فقرے کے آخری حصہ کو ذرا طول دینا۔

۳ اقامت کو اذان کی بنسبت ذرا تیزی سے کہنا یعنی ہر فقرے کے آخر میں کم فاصلہ دینا۔

۴ اذان و اقامت کہتے وقت بالخصوص اقامت کہتے وقت رو بہ قبلہ ہونا۔

۵ اذان کہتے وقت مؤذن کا باطہارت اور باوضو ہونا۔

۶ اذان کی آواز سن کر مؤذن کے ساتھ اسے آہستہ آہستہ دہرانا۔



مکروہات

۱ اذان کے فقروں کو کہتے وقت چہرہ کو دائیں یا بائیں موڑنا۔

۲ اذان و اقامت کے فقروں کے درمیان بالخصوص اقامت کے فقروں کے درمیان بات کرنا۔

۳ مؤذن کا آواز کو گلے میں گھمانا اگر غنا نہ ہو ورنہ حرام ہے۔

۳۴

چونتیسواں سبق



آداب نماز (۲)

مستحبات تکبیرۃ الاحرام

۱ تکبیرۃ الاحرام کے بعد یہ دعا پڑھنا: یَا مُحْسِنُ قَدْ اَتَاکَ الْمُسِیْءُ. وَقَدْ اَمَرْتَ الْمُحْسِنَ اَنْ یَّتَجَاوَزَ عَنِ الْمُسِیْءِ اَنْتَ الْمُحْسِنُ وَاَنَا الْمُسِیْءُ. بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَّ تَجَاوَزْ عَنْ قَبِیْحِ مَا تَعْلَمُ مِنِّیْ۔

۲ تکبیرۃ الاحرام اور نماز کی دوسری تکبیریں کہتے وقت ہاتھوں کو کانوں کے مقابل تک اُٹھانا۔

۳ ہاتھوں کو کانوں کے مقابل تک لے جاتے وقت انگلیاں ملی ہوئی ہوں اور ہتھیلی رو بہ قبلہ ہو۔

۴ تکبیرۃ الاحرام سے پہلے یا بعد میں چھ تکبیریں کہنا: اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ کچھ تکبیریں تکبیرۃ الاحرام سے پہلے اور کچھ تکبیرۃ الاحرام کے بعد کہہ لے۔

۵ امام جماعت کا بلند آواز سے تکبیرۃ الاحرام کہنا اس طرح کہ پیچھے کھڑے ماموین سن لیں۔

۶ امام جماعت کا تکبیرۃ الاحرام کے علاوہ باقی چھ تکبیروں کو آہستہ سے کہنا۔

مستحباتِ قیام



۱ سورۂ حمد اور دوسرے سورہ کی تلاوت کے وقت ہاتھوں اور انگلیوں کو بھی نہ ہلانا۔

۲ حالت قیام میں بدن کا سیدھا ہونا اور کاندھوں کا نیچے ہونا۔

۳ ہاتھوں کو رانوں پر رکھنا اور انگلیوں کا ملا ہونا۔

۴ سجدہ گاہ کی طرف دیکھنا۔

۵ بدن کے بوجھ کو برابر سے دو پیروں پر ڈالنا اور خضوع وخشوع کے ساتھ رہنا۔

۶ پیروں کو آگے پیچھے نہ رکھنا۔

۷ مردوں کا پیروں کے درمیان تین انگل سے ایک بالشت کا فاصلہ رکھنا، عورتوں کا پیروں کو ملا کر رکھنا۔

قرأت اور ذکر

مستحبات قرأت

۱ نماز جمعہ اور جمعہ کے دن نماز ظہر میں پہلی رکعت میں سورۂ حمد کے بعد سورۂ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۂ حمد کے بعد سورۂ منافقون پڑھنا۔

۲ تیسری اور چوتھی رکعت میں تسبیحات اربعہ کے بعد استغفار کرنا مثلاً اَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّی وَ اَتُوبُ اِلَیْهِ یَا اَللّٰهُمَّ اِغْفِرْلِیْ کہنا۔

۳ پہلی رکعت میں سورۂ حمد کی تلاوت سے پہلے اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ کہنا۔

۴ نماز ظہر اور نماز عصر کی پہلی اور دوسری رکعت میں بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو آواز سے پڑھنا اور سورۂ حمد اور دوسرے سورہ کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا اور ہر آیت کے آخر میں وقف کرنا۔ نیز حمد و سورہ کی تلاوت کے وقت معانی کی طرف بھی متوجہ رہنا۔

۵ اگر نماز جماعت سے پڑھ رہا ہو تو امام جماعت کے سورہ حمد کے خاتمہ پر اور اگر فرادیٰ پڑھ رہا ہو تو اپنے سورہ حمد کے اختتام پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہنا۔

٦ سورہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ کو پڑھنے کے بعد ایک بار یا دو بار یا تین بار کَذَٰلِكَ اللّٰہُ رَبِّیْ یا تین بار کَذَٰلِكَ اللّٰہُ رَبُّنَا کہنا۔

٧ سبھی نمازوں میں پہلی رکعت میں سورۂ اِنَّآ اَنْزَلْنَاہُ اور دوسری رکعت میں سورۂ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھنا۔

٨ نماز صبح میں سورۂ نبأ یا سورۂ ھَلْ اَتٰی یا سورۂ غاشیہ یا سورۂ قیامت یا ان سوروں کی تعداد بھر آیتوں والے سورہ کا پڑھنا۔

٩ نماز ظہر میں سورۂ اعلیٰ یا سورۂ شمس پڑھنا اور نماز عصر اور نماز مغرب میں سورۂ نصر یا سورۂ تکاثر کی تلاوت کرنا۔

١٠ شب جمعہ نماز عشا کی پہلی رکعت میں سورہ حمد اور دوسری رکعت میں سورۂ اعلیٰ اور جمعہ کے دن نماز ظہر اور عصر کی پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۂ منافقون کی تلاوت کرنا۔

١١ روز جمعہ نماز صبح کی پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۂ توحید کی تلاوت کرنا، شب جمعہ نماز مغرب کی پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورۂ توحید کی تلاوت کرنا۔

١٢ دوسرے سورہ کی تلاوت میں جب رحمت کی آیت تک پہنچے تو خدا سے رحمت کی دعا کرے اور اگر عذاب کی آیت تک پہنچے تو خدا کے عذاب سے پناہ طلب کرے۔

١٣ رات کی مستحب نمازوں (نافلۂ مغرب وعشا اور نماز شب) میں آواز کے ساتھ قرأت کرے اور دن کی مستحب نمازوں (نماز صبح، ظہر اور عصر کے نوافل) میں آہستہ قرأت کرے۔

مکروہاتِ قرأت

١ شب و روز کی ساری نمازوں میں سورۂ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ کی تلاوت نہ کرنا۔

٢ پہلی رکعت میں جس سورہ کی تلاوت کی ہے اس کو دوسری رکعت میں پڑھنا مگر یہ کہ دونوں رکعتوں میں سورۂ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ کی تلاوت کرے۔



مستحبات قنوت

۱ قنوت پڑھتے وقت ہاتھوں کو چہرہ کے سامنے تک اٹھانا۔

۲ ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف رکھنا اور انگوٹھے کو چھوڑ کر بقیہ انگلیوں کو آپس میں چپکائے رکھنا۔

۳ دونوں ہتھیلیوں کا ایک ساتھ اور ایک دوسرے کے ساتھ ملا کے رکھنا۔

۴ قنوت پڑھتے وقت نگاہوں کا ہتھیلیوں کی طرف رکھا۔

۵ قنوت میں یہ دعا پڑھنا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ. لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ. سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبِّ الْاَرَضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا فِيْهِنَّ وَ مَا بَيْنَهُنَّ وَ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

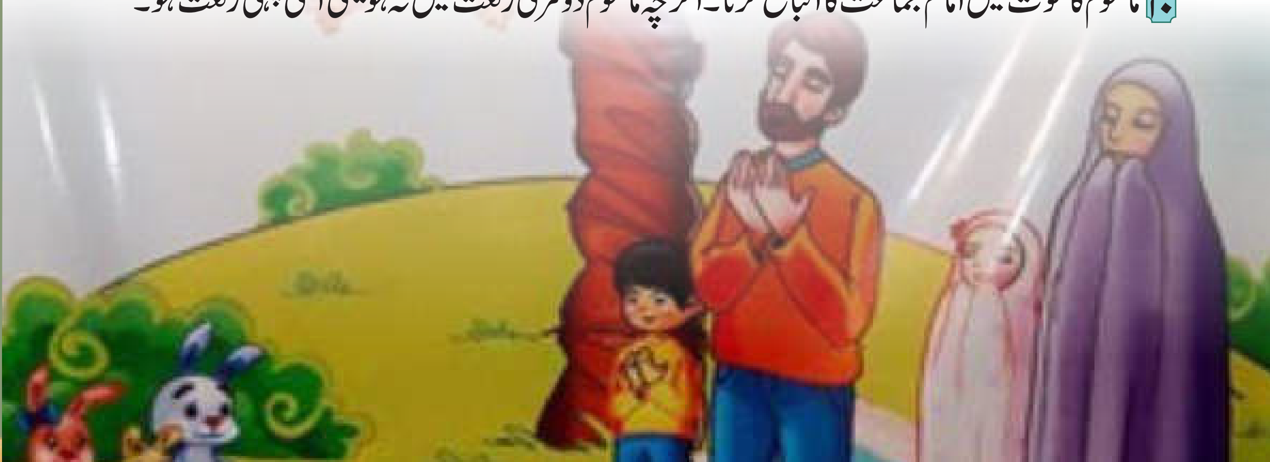
۶ قنوت کا قدرے بلند آواز سے پڑھنا۔لیکن نماز جماعت میں اگر امام جماعت تک آواز جا رہی ہو تو بلند آواز میں قنوت پڑھنا مستحب نہیں ہے۔

۷ اگر قنوت بھول جائے اور رکوع کی حد تک جھکنے سے پہلے یاد آ جائے تو سیدھے کھڑے ہو کر قنوت پڑھنا۔

۸ اگر رکوع میں یاد آئے کہ قنوت نہیں پڑھا ہے تو رکوع کے بعد اسکی قضا کرنا۔

۹ اگر سجدہ میں یاد آئے کہ قنوت نہیں پڑھا ہے تو سلام کے بعد اسکی قضا کرنا۔

۱۰ ماموم کا قنوت میں امام جماعت کا اتباع کرنا۔ اگر چہ ماموم دوسری رکعت میں نہ ہو یعنی اسکی پہلی رکعت ہو۔



۳۵

پینتیسواں سبق

آداب نماز (۳)



مستحبات ومکروہات رکوع

مستحبات رکوع

۱) ذکر رکوع کو تین یا پانچ یا سات مرتبہ یا اس سے زیادہ پڑھنا۔

۲) رکوع سے پہلے کھڑے رہنے کی حالت میں تکبیر کہنا۔

۳) حالت رکوع میں گھٹنوں کو پیچھے کی طرف ڈھکیلنا اور پیٹھ کو سیدھا رکھنا، گردن کو کھینچ کر پیٹھ کے برابر رکھنا۔

۴) حالت رکوع میں دونوں قدموں کے درمیان دیکھنا۔

۵) حالت رکوع میں ذکر سے پہلے یا اسکے بعد صلوات بھیجنا۔

۶) رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑے ہونے اور بدن کے پرسکون رہنے کی حالت میں سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہنا۔

۷) عورتوں کا حالت رکوع میں اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں سے اوپر رکھنا اور زانو کو پیچھے کی طرف نہ ڈھکیلنا۔

۸) بائیں ہاتھ کو بائیں زانو پر رکھنے سے پہلے، داہنے ہاتھ کو داہنے زانو پر رکھنا۔



۹ حالت رکوع میں ہاتھ کی انگلیوں کو کھلا رکھنا اور اپنے گھٹنے کو ان سے ڈھانپ لینا۔

۱۰ حالت رکوع میں اپنی کہنیوں کو کھلا رکھنا۔

مکروہات رکوع

۱ حالت رکوع میں سر کو نیچے جھکانا، ہاتھوں کو پہلو سے چپکانا یا ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھنا۔

۲ حالت رکوع میں دونوں ہاتھوں کو کپڑوں کے نیچے چھپانا۔



مستحبات ومکروہات سجدہ

مستحبات سجدہ

۱ رکوع کے بعد سجدہ میں جانے کے لیے تکبیر کہنا۔

۲ مردوں کا سجدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھوں کا اور عورتوں کا پہلے گھٹنوں کا زمین پر رکھنا۔

۳ ناک کو سجدہ گاہ یا کسی ایسی چیز پر رکھنا جس پر سجدہ صحیح ہو۔

۴ حالت سجدہ میں انگلیوں کو ملا کر رکھنا اور کانوں کے برابر رکھنا اس طرح کہ انگلیوں کے سرے قبلہ کی طرف ہوں۔

۵ سجدہ میں دعا کرنا، اپنی حاجت طلب کرنا اور اس دعا کو پڑھنا: یَا خَیْرَ الْمَسْؤُلِیْنَ وَ یَا خَیْرَ الْمُعْطِیْنَ اُرْزُقْنِیْ وَ ارْزُقْ عِیَالِیْ مِنْ فَضْلِكَ فَاِنَّكَ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

۶ سجدہ کے بعد بائیں ران پر بیٹھنا اور داہنے پیر کے اوپری حصہ کو بائیں پیر کے تلوے پر رکھنا۔

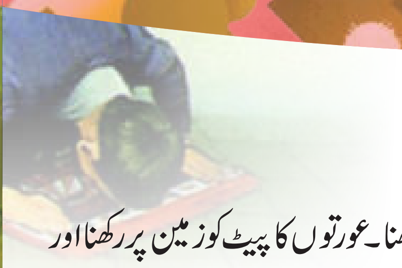
۷ ہر سجدہ کے بعد بیٹھ کر بدن پُرسکون ہو جانے کے بعد تکبیر کہنا۔

۸ پہلے سجدہ کے بعد جب بدن پُرسکون ہو جائے تو تکبیر کے بعد اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ رَبِّیْ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ کہنا۔

۹ سجدہ کے بعد بیٹھنے کی حالت میں ہاتھوں کو رانوں پر رکھنا۔

۱۰ سجدہ کو طول دینا۔

۱۱ دوسرے سجدہ میں جانے سے پہلے بدن کے سکون کی حالت میں اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہنا۔



۱۲ سجدوں میں ذکر کے علاوہ صلوات پڑھنا۔

۱۳ کھڑے ہوتے وقت ہاتھوں کو گھٹنوں کے بعد زمین سے اٹھانا۔

۱۴ مردوں کا کہنیوں اور پیٹ کا زمین سے نہ چپکانا اور بازوؤں کو پہلو سے دور رکھنا۔عورتوں کا پیٹ کو زمین پر رکھنا اور اعضاء بدن کو ایک دوسرے سے چپکائے رکھنا۔

۱۵ سجدہ گاہ کا ایسا ہونا کہ پوری پیشانی اس پر آجائے۔

۱۶ سجدۂ شکر میں بازوؤں، پسلیوں اور پیٹ کو زمین سے چپکانا۔

۱۷ سجدۂ شکر میں سو بار شُكْراً لِلّٰهِ یا شُكْراً شُكْراً یا تین بار یا ایک بار اسی ذکر کو پڑھنا۔

۱۸ دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنا۔

مکروہاتِ سجدہ

۱ سجدہ میں قرآن پڑھنا۔

۲ گردو غبار صاف کرنے کی غرض سے سجدہ کی جگہ کو پھونکنا۔





مستحبات تشہد وسلام

۱ حالت تشہد میں بائیں ران پر بیٹھنا اور داہنے پیر کے اوپری حصہ کو بائیں پیر کے تلوے پر رکھنا۔

۲ تشہد سے پہلے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یا بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَخَيْرُ الْاَسْمَاءِ لِلّٰهِ کہنا۔

۳ حالت تشہد میں ہاتھوں کو رانوں پر رکھنا اور انگلیوں کو چپکائے رکھنا۔

۴ حالت تشہد میں آغوش کی طرف دیکھنا۔

۵ تشہد میں صلوات کے بعد وَتَقَبَّلْ شَفَاعَتَهُ وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ کہنا۔

۶ تشہد پڑھ لینے کے بعد اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ کہنا۔

۳۶

چھتیسواں سبق



آداب نماز (۴)



نماز کے متفرق مستحبات

١ بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں حمد وسورہ کو چارزانو بیٹھ کر پڑھنا۔

٢ بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں حالت رکوع میں دوزانو بیٹھنا۔

٣ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا حالت رکوع میں تلووں پر نہ بیٹھنا بلکہ پچھلے حصہ کا تلووں سے بلند کرنا اور اتنا جھکنا کہ چہرہ گھٹنوں کے سامنے آجائے اور زمین سے قریب تر ہو جائے۔



نماز کے متعلق متفرق مکروہات

١ نماز میں چہرہ کو ذرا سا دائیں بائیں موڑنا۔

٢ نماز میں آنکھوں کو بند کرنا۔

٣ حالت نماز میں آنکھوں کو دائیں بائیں گھمانا۔

۴ حالت نماز میں داڑھی اور ہاتھ سے کھیلنا اور آپس میں انگلیاں پھنسانا۔

۵ حالت نماز میں تھوکنا۔

۶ حالت نماز میں قرآن کی تحریر، کتاب یا انگوٹھی کے نقش و نگار کو دیکھنا۔

۷ حمد و سورہ کی تلاوت یا ذکر پڑھتے وقت کسی کی بات سننے کے لیے رک جانا بلکہ ہر وہ کام مکروہ ہے جو نماز میں خضوع و خشوع کو ختم کر دے۔



۸ نیند کی حالت میں نماز پڑھنا۔

۹ پیشاب پاخانہ کو روک کر نماز پڑھنا۔

۱۰ حالت نماز میں ایسا تنگ موزہ پہننا جو پیر کو دبا رہا ہو۔

۱۱ حالت نماز میں جمائی لینا۔

۱۲ حالت نماز میں انگلیاں چٹخانا۔

۱۳ حالت نماز میں اس طرح آہ بھرنا کہ وہ ایک حرف کی آواز بن جائے۔

۱۴ ایسے مال کے لیے نماز توڑنا جس کی کوئی اہمیت نہ ہو۔

۱۵ کالا کپڑا پہننا، میلا کچیلا لباس، تنگ لباس اور شرابی کا لباس پہننا اور ایسے آدمی کا لباس پہننا جو نجاست سے نہ بچتا ہو۔



۱۶ ایسے کپڑے پہننا جس پر کسی جاندار کی تصویر بنی ہو۔

۱۷ حالت نماز میں بٹن کھلے ہونا۔

۱۸ ایسی انگوٹھی پہننا جس پر تصویر بنی ہو۔

۱۹ مرد اور عورت کا منہ پر کپڑا وغیرہ باندھنا۔

۲۰ حالت نماز میں جسم پر کپڑا لپیٹنا۔



نماز سے مربوط خواتین سے مخصوص آداب

۱ اپنے آپ کو زیورات سے زینت دینا۔

۲ خضاب لگانا۔

۳ آواز کو پوشیدہ رکھنا۔

۴ حالت قیام میں پیروں کو ملائے رکھنا۔

۵ حالت قیام میں ہاتھوں کو سینے پر رکھنا۔

۶ حالت رکوع میں ہاتھوں کو رانوں پر رکھنا۔

۷ حالت رکوع میں مردوں کی طرح زانوؤں کو پیچھے کی طرف نہ ڈھکیلنا۔

۸ سجدہ میں جانے سے پہلے بیٹھنا پھر سجدے میں جانا۔

۹ حالت سجدہ میں پیٹ اور سینے کو زمین سے ملانا۔

۱۰ ہر بار بیٹھنے میں چارزانو (اُکھڑوں) بیٹھنا۔

۱۱ تشہد پڑھتے وقت رانوں کو آپس میں ملائے رکھنا۔



٣٧

سینتیسواں سبق



تَقِیَّہ

جب کوئی دیندار دین کے دشمنوں میں گھر جائے اور دین کا اعلان کرنے کی صورت میں دیندار کی عزّت یا جان یا اُسکے مال کے نقصان کا خطرہ ہو جس مالی نقصان کے بعد اُس کے لئے زندگی بسر کرنے میں سخت دشواریوں کا سامنا ہو تو مذہب کا حکم ہے کہ ایسے موقع پر دین کا اعلان نہ کیا جائے اِسی کو "تقیہ" کہتے ہیں۔

مگر جب تقیہ کرنے کی وجہ سے خود دین کو نقصان پہنچتا ہو یا کسی دوسرے مومن کی عزت یا جان یا مال کا بڑا نقصان ہوتا ہو تو تقیہ کرنا حرام ہے۔

تقیہ جھوٹ بولنا نہیں ہے اور نہ تقیہ کرنا خدا اور رسولؐ کی نظر میں بُری بات ہے۔ بلکہ جب تقیہ کرنے کا محل اور موقع ہو تو خود مذہب تقیہ کرنے کا حکم دیتا ہے اور خدا اور رسولؐ خوش ہوتے ہیں۔

تقیہ کا حکم خدا اور رسولؐ نے دیا ہے لہٰذا تقیہ کی مخالفت کرنا یا اُس کا مذاق اڑانا خدا اور رسولؐ کی مخالفت کرنا اور اُن کا مذاق اُڑانا ہے۔ ہم اس سلسلے میں ایک قرآنی اور تاریخی واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے تقیہ کرنے کا طریقہ بھی معلوم ہو جائے گا اور تقیہ کا جائز ہونا بھی۔

فرعون جس نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا، خود اُس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس لئے اس نے اپنے چچا زاد بھائی حزقیلؑ کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ مگر جناب حزقیلؑ فرعون کو خدا نہیں مانتے تھے بلکہ خدا پر ایمان رکھتے تھے۔

جناب حزقیلؑ کو مومن آل فرعون کہا جاتا ہے۔

ایک بار فرعون کے درباریوں نے جناب حزقیلؑ کی شکایت فرعون سے کی کہ وہ تجھ کو خدا نہیں مانتے۔

اس خبر سے فرعون کو بہت غصہ آیا اور جناب حزقیلؑ کو بلا کر کہا کہ یہ لوگ تمہاری شکایت لائے ہیں کہ تم مجھ کو خدا نہیں مانتے کیا یہ شکایت صحیح ہے۔



جناب حزقیلؑ نے فرمایا: جو ان لوگوں کی جان و مال کا مالک ہے وہی میری جان و مال کا مالک ہے۔ جو اِن کو رزق دیتا ہے وہی مجھے بھی رزق دیتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ جو اِن کا خدا ہے وہی میرا بھی خدا ہے۔ اُس کے علاوہ میں کسی دوسرے کو خدا نہیں مانتا۔

فرعون اس جواب سے خوش ہوگیا۔ اس نے سمجھا کہ یہ مجھ کو خدا مانتے ہیں جب کہ جناب حزقیلؑ نے اللہ کے خدا ہونے کا اقرار اور اعلان فرمایا تھا۔

آپ کی اِسی روش اور اچھے عمل کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرما کر قرآن پاک میں تعریف کی ہے اور آپ کو مومن آل فرعون کا لقب دیا ہے۔

جناب حزقیلؑ کا ایمان فرعون اور فرعونیوں سے پوشیدہ تھا چنانچہ خداوند عالم نے فرمایا ہے:

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ (سورۂ غافر آیت نمبر ۲۸)

یعنی

فرعون کے خاندان میں ایک مرد مومن نے کہا جو اپنا ایمان چھپائے تھا۔

رسول کریمؐ کا ارشاد ہے:

دنیا میں تین صدیق ہیں جن میں سے ایک جناب حزقیلؑ بھی ہیں اور سب سے افضل علی علیہ السلام ہیں۔

اگر تقیہ کرنا ناجائز ہوتا تو خدا جناب حزقیلؑ کی تعریف نہ کرتا۔ اگر تقیہ کرنا جھوٹ بولنا ہوتا تو نبیؐ حزقیلؑ کو صدیق نہ کہتے۔

تقیہؔ کیسے کیا جاتا ہے یہ بھی جناب حزقیلؑ کے واقعہ سے معلوم ہوگیا کہ فرعون نے جب حزقیلؑ سے اُن کا دین پوچھا تو آپؑ نے فرمایا کہ پہلے شکایت کرنے والوں سے اُن کا دین پوچھا جائے۔

فرعون نے کہا: ان سے بھی تم ہی پوچھ لو۔ جناب حزقیلؑ نے فرعونیوں سے پوچھا تمہارا مالک، تمہارا رازق، تمہارا پیدا کرنے والا اور تمہارا خدا کون ہے؟

فرعونی ہر سوال کے جواب میں کہتے رہے فرعون ہے۔ جناب حزقیل نے کہا: جو اِن کا خدا ہے جس نے اِن کو پیدا کیا ہے جو ان کا رازق اور مالک ہے وہی میرا خدا ہے وہی میرا خالق، رازق اور مالک ہے۔

یہ سُن کر فرعون اور فرعونی مطمئن ہو گئے کہ حزقیلؑ ہمارے دین پر ہیں حالانکہ جناب حزقیلؑ اللہ کو اپنا خدا اور مالک و رازق بتا رہے تھے۔ جناب حزقیلؑ جھوٹ نہیں بولے مگر تقیہ کر کے اپنے کو بچا لیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس لئے تقیہ نہیں کیا کہ اگر آپ تقیہ کر لیتے تو دین خطرہ میں پڑ جاتا اور تقیہ دین ہی کے بچانے کے لئے کیا جاتا ہے۔



۳۸

اڑتیسواں سبق



چند تاریخی واقعات (۱)

ہجرت

جب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ کی اور آپ کی تبلیغی محنتوں اور مشقتوں کے نتیجہ میں لوگ مسلمان ہونے لگے اور دشمنوں کی اسلام کے خلاف کوئی سازش کامیاب نہ ہوسکی تو حضورؐ کے قتل کا منصوبہ بنایا گیا۔

چالیس قبیلوں کے چالیس آدمیوں نے رات کے وقت آپ کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔ اللہ نے دشمن کے منصوبہ سے آنحضرتؐ کو مطلع کیا اور حکم دیا کہ آج کی رات علیؑ کو اپنے بستر پر سلا کے خود مدینہ کی طرف ہجرت کر جائیے۔

حضورؐ نے حضرت علیؑ کو بلا کر فرمایا: یا علیؑ آج کی رات تم میرے بستر پر سو رہو۔ حضرت علیؑ علیہ السلام نے پوچھا کیا میرے سو رہنے سے آپ کی جان بچ جائے گی؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں یہ سن کر حضرت علیؑ مسکرائے اور سجدۂ شکر کیا اور عرض کی آپ جو کچھ حکم دیں گے میں اُس کی تعمیل کروں گا۔ اس کے بعد آپ رسولؐ کے بستر پر چین سے سو گئے اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمنوں کے درمیان سے سورۂ یسین کی آیت نمبر ۲۹ کی تلاوت کرتے ہوئے گذر گئے۔

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ

(سورۂ یس آیت نمبر ۹)

یعنی

ہم نے اُن کے سامنے ایک دیوار اور اُن کے پیچھے ایک دیوار بنادی اس طرح اُنھیں عذاب سے ڈھانک دیا کہ وہ کچھ دیکھ نہیں سکتے۔

حضرت علیؑ کی حفاظت کے لئے اللہ نے جبریل ومیکائیل کو بھیجا۔ جبریل سرہانے کھڑے ہوئے اور میکائیل پائینتی اور حضرت علیؑ کو مبارکبادد ینے لگے۔

بَخٍّ بَخٍّ مَنْ مِثْلُكَ يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ يُبَاهِي اللهُ بِكَ الْمَلَائِكَةَ

اے فرزند ابوطالبؑ آپ کو مبارک ہو کہ اللہ آپ کی وجہ سے فرشتوں پر فخر ومباہات کررہا ہے۔

اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللهِ وَاللهُ رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ (سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۰۷)

یعنی

لوگوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ کی رضا کے لئے اپنے آپ کو بیچ دیتے ہیں اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔

دُشمن رات ہی میں حملہ کرنا چاہتے تھے لیکن ابولہب نے جو اُن میں شامل تھا اپنی نام نہاد غیرت کا حوالہ دیکر روکا کہ گھر میں عورتیں اور بچے ہیں اس سے میری بدنامی ہوگی۔ صبح ہونے پر ننگی تلواریں لیکر دشمن گھر میں داخل ہوئے تو رسولؐ کے بستر پر علیؑ کو پایا۔ پوچھا محمدؐ کہاں ہیں؟



حضرت علیؑ نے فرمایا: کیا تم لوگ انھیں میرے حوالہ کر کے گئے تھے۔

دُشمن پیغمبرؐ کی تلاش میں مدینہ کے راستہ پر چل پڑے۔ رسولِ خدا حضرت علیؑ کو بستر پر سونے کی ہدایت کے علاوہ دو کام اور بھی اُن کے حوالہ کر گئے تھے۔ ایک لوگوں کی امانتوں کی واپسی جو رسولؐ کے پاس رکھیں تھیں۔ دوسرے خاندان کی

کچھ معزز و محترم خواتین کو لیکر مدینہ آنا اور ان ذمہ داریوں کو بھی **حضرت علیؑ** نے خونخوار دشمنوں کے درمیان تن تنہا بخیر و خوبی پورا کیا۔

حضورؐ نے مکہ سے نکل کر پہلے غار ثور میں پناہ لی پھر غار ثور سے حضرت رسولؐ خدا مدینہ کے علاقۂ قُبا میں وارد ہوئے۔ پیغمبرؐ کی ہجرت کا آغاز بعثت کے تیرہویں سال **۲؍ربیع الاول** کو ہوا اور آپ **۱۲؍ربیع الاول** کو قُبا میں وارد ہوئے۔ مدینہ کے لوگوں کو خبر ہوئی اور عورت مرد، بوڑھے بچے، جوان، سب استقبال کے لئے جوق در جوق قُبا پہنچنے لگے۔

پیغمبرؐ نے حضرت علیؑ کے آنے کا انتظار کیا حضرت علیؑ ۳ دنوں کے بعد **۱۵؍ربیع الاول** کو خواتین کو بحفاظت لیکر قُبا پہنچے۔ تقریبا **۴۰۰ کلومیٹر** پا پیادہ سفر کرنے کی وجہ سے آپ کے پیر زخمی ہو گئے تھے۔ **حضرت علیؑ** کی آمد کی خبر سُن کر **رسول خداؐ** نے فرمایا: علیؑ کو میرے پاس لیکر آؤ۔ لوگوں نے کہا کہ اب اُن میں چلنے کی سکت نہیں۔ پیغمبرؐ تیزی سے چل کر حضرت علیؑ کے پاس پہنچے۔ اُنھیں اپنی آغوش میں لے لیا اور حضرت علیؑ کی حالت دیکھ کر فرط محبت سے رونے لگے۔ پھر اپنا لعاب دہن آپ کے پیروں میں لگایا اس کے بعد حضرت علیؑ کو کبھی پیروں کی تکلیف نہیں ہوئی۔



قُبا پہنچنے کے بعد **پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** نے سب سے پہلے پوری بستی کو بتوں سے پاک و صاف کروایا تھا۔ حضرت علیؑ کے قُبا پہنچنے کے بعد ایک مسجد کی تعمیر فرمائی جس کا نام مسجد ''تقویٰ'' پڑا بعد میں وہ مسجد **''مسجد قُبا''** کے نام سے مشہور ہوگئی۔ یہ مسجد عالم اسلام کی پہلی مسجد ہے۔

قبا میں مختصر قیام کے بعد آپ جمعہ کے دن مدینہ میں وارد ہوئے اور عالم اسلام کی پہلی نماز جمعہ قائم کی۔ پیغمبر خداؐ کی مدینہ تشریف آوری پر مدینہ میں جشن کا ماحول تھا۔ پیغمبر خداؐ کا زبردست استقبال ہوا۔ مدینہ جس کا نام یثرب تھا اب ''مدینۃ الرسول'' یا ''مدینۃ النبی'' کہلانے لگا۔ ہجرت ہمیں بتاتی ہے کہ دین اتنا قیمتی ہے کہ اُسکی حفاظت کے لئے ہر قربانی دینا ضروری ہے۔ چاہے اس کے لئے کتنی ہی تکلیف جھیلنا پڑے اور چاہے وطن سے ہجرت ہی کیوں نہ کرنی پڑے اور چاہے جان کو خطرہ میں کیوں نہ ڈالنا پڑے۔

ہجرت ہمیں سکھاتی ہے کہ امانتوں کی ادائیگی اور کمزوروں کی حفاظت ضروری ہے۔





۳۹

انتالیسواں سبق

چند تاریخی واقعات (۲)

مباہلہ

آیۂ مباہلہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۶۱ ہے۔

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ۔ (سورۂ دہر آیت نمبر ۶۱)

یعنی

اے پیغمبرؐ علم کے آجانے کے بعد جو لوگ تم سے کٹ حجتی کریں تو اُن سے کہہ دیجئے کہ آؤ ہم لوگ اپنے اپنے فرزندوں، اپنی اپنی عورتوں اور اپنے اپنے نفسوں کو بلائیں پھر خدا کی بارگاہ میں دعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں

سن ۹ ہجری میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس اس مقصد کے پیش نظر آیا کہ جناب عیسیٰؑ کی الوہیت یا ابن اللہ ہونے پر بحث کریں۔

اپنے دعوے پر ان لوگوں کی ایک ہی دلیل تھی کہ حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔

پیغمبرؐ نے حکم خدا سے حضرت آدمؑ کی مثال دی کہ وہ قدرت خدا سے بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے مگر نہ اُنھیں کوئی خدا

کہتا ہے، نہ خدا کا بیٹا تو پھر صرف بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ کو خدا یا خدا کا بیٹا کیسے قرار دیا جا سکتا ہے مگر جب وہ دلیلوں سے قائل نہ ہوئے تو خدا نے آیۂ مباہلہ نازل کر کے حضورؐ کو مباہلہ کا حکم دیا۔

مباہلہ کے معنی ہیں اُن دو فریقوں کا ایک دوسرے کے اوپر اللہ کی لعنت نازل ہونے کی دعا کرنا جن میں سے ہر ایک خود کو برحق سمجھتا ہو۔

چنانچہ **۲۴/ذی الحجہ ۹ھ** کو رسولؐ مباہلہ کے لئے اس طرح نکلے کہ گود میں امام حسین علیہ السلام تھے۔ آپ کی انگلی پکڑ کر امام حسنؑ چل رہے تھے۔ نبیؐ کے پیچھے جناب فاطمہؑ تھیں اور آپؑ کے پیچھے حضرت علیؑ تھے۔ آپؐ نے سب کو بٹھلا کر کہا کہ جب میں بددعا کروں تو تم لوگ آمین کہنا۔



عیسائی مباہلہ کرنے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اُنکے عالموں نے کہا کہ رسولؐ اپنے ساتھ ایسے لوگوں کو لیکر آئے ہیں کہ وہ جو بھی کہہ دیں گے وہ بات ہو کر رہے گی اور اگر وہ بددعا کر دیں گے تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے اور اگر ہم نے مباہلہ کر لیا تو سب کے سب ہلاک ہو جاؤ گے اور ایک عیسائی بھی زمین پر نہ بچے گا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اُن عیسائیوں کے سردار نے پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ جتنی ادائیگی ہم سے ممکن ہو وہ ہم سے لے لیجئے اور ہم کو معاف کر دیجئے۔ لہٰذا سالانہ کچھ دینے کا وعدہ کر کے عیسائیوں نے صلح کر لی۔

اس واقعہ کا نام مباہلہ ہے نبیؐ بچوں میں صرف حسنین علیہما السلام کو، عورتوں میں صرف جناب فاطمہؑ کو اور نفسوں میں صرف حضرت علیؑ کو لیکر آئے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت علیؑ کو نفس رسول کہا جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسن و حسین علیہما السلام فرزند رسولؐ ہیں۔

پیغمبرؐ کی نگاہ میں تمام عورتوں میں صرف جناب فاطمہؑ مباہلہ میں آنے اور جھوٹوں پر لعنت کرنے کے لائق تھیں اور حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی نہ تھا جو نفس رسولؐ بن سکے۔ اسی وجہ سے حسنین علیہما السلام کو فرزند رسولؐ، حضرت فاطمہ علیہا السلام کو صدیقہ اور حضرت علی علیہ السلام کو نفس رسولؐ کہا جاتا ہے۔

مباہلہ سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۹ میں مومنین کو تقویٰ اختیار کرنے اور جن سچوں کے ساتھ ہوجانے کا حکم دیا گیا ہے وہ سچے کون ہیں۔

جس تاریخ کو مباہلہ ہوا وہ دن عیسائیوں پر اسلام کی فتح کی وجہ سے تمام مسلمانوں کے لئے عید کا دن بن گیا اور اُس دن کا نام عید مباہلہ۔

عید مباہلہ کا ہم سے تقاضا ہے کہ ہم خود کو جھوٹ سے بچائیں اور ہمیشہ سچائی کے راستہ پر چلیں جھوٹ سے چاہے وقتی کامیابی حاصل ہوجائے مگر آخری جیت ہمیشہ سچ کی ہوتی ہے۔



مسجد میں ولایت علیؑ کا اعلان

یوں تو آغاز تبلیغ سے **وفات پیغمبرؐ** تک **حضرت علیؑ** کی شان میں کثرت سے آیتیں نازل ہوئی ہیں اور اُن میں ہر ایک آیت کے نزول کا کوئی سبب یا کوئی نہ کوئی واقعہ ہے۔ لیکن آیۂ ولایت کے نزول کی اپنی الگ شان ہے۔

ابوذرؓ راوی ہیں کہ ایک شخص نے **رسول اکرمؐ** کی مسجد میں آ کر موجود لوگوں سے مدد مانگی مگر کسی نے کچھ نہ دیا اُس نے

فریاد کی یا اللہ تو گواہ رہنا کہ تیرے رسولؐ کی مسجد سے محروم واپس جا رہا ہوں ۔حضرت علیؑ نماز میں مشغول تھے آپ نے اپنی انگلی ہلا کر انگوٹھی اتارنے کا اشارہ کیا۔آپ اس وقت رکوع میں تھے۔اُس نے انگوٹھی اتار لی۔

اس موقع پر پیغمبرؐ نے ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کی پروردگار! میرے بھائی موسیٰ نے دعا کی تھی کہ اُن کا سینہ کشادہ کر دے، کاموں کو آسان کر دے، زبان کی گرہ کھول دے تا کہ لوگ بات سمجھیں اور میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر و مددگار بنا دے۔ اُسی طرح میں محمدؐ تیرا پیغمبر اور منتخب بندہ ہوں۔ میرے سینہ کو کشادہ کر دے، میرے کاموں کو آسان کر دے، میرے اہلبیتؑ سے میرے بھائی علیؑ کو میرا وزیر بنا دے کہ مجھے قوت مل جائے۔ ابوذرؓ کہتے ہیں کہ دعا پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ جبریل نازل ہوئے اور کہا پڑھئے۔پیغمبرؐ نے دریافت کیا، کیا پڑھوں جبریل نے کہا پڑھئے:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ آمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ وَ هُمْ رَاكِعُوْنَ . (سورۂ مائدہ، آیت نمبر ۵۵)

یعنی

’’تمہارا ولی اللہ ہے اور اللہ کا رسولؐ ہے اور وہ ایمان لانے والے ہیں جو نماز پڑھتے ہوئے حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔‘‘

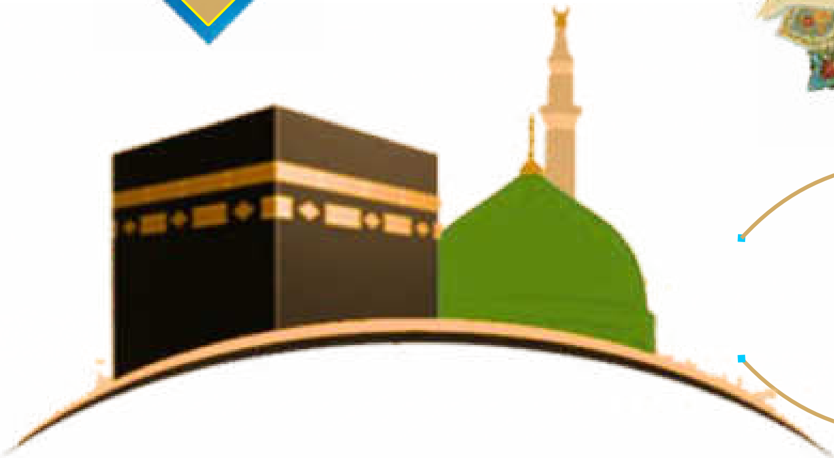
- اس آیت کا نام آیۂ ولایت ہے۔



اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ سچا مولائی وہ ہے جو اللہ کا حق بھی ادا کرے اور بندوں کا حق بھی کیونکہ آیۂ ولایت تب نازل ہوئی جب مولا نے نماز کے عالم میں زکوٰۃ دی یعنی بیک وقت اللہ کا حق بھی ادا کیا اور بندوں کا حق بھی ادا کیا۔

۴۰

چالیسواں سبق



مکہ۔ مدینہ

مکہ

مکہ عالم اسلام کا مشہور اور **مقدس ترین شہر** ہے جو حجاز میں واقع ہے۔ جسے آج سعودی عرب کا نام دے دیا گیا ہے۔ اسلام کا آغاز اسی مکہ سے ہوا تھا۔ قرآن مجید میں مکہ کو بکہ، ام القریٰ یعنی تمام بستیوں کا مرکز بلد الحرام یعنی حرموں والا شہر اور بلد الامین یعنی امانتوں والا شہر بھی کہا گیا ہے۔

مکہ میں **اللہ** کا گھر کعبہ ہے اس لئے یہ سارے عالم اسلام کا قبلہ ہے۔ ہر سال لاکھوں مسلمان ساری دنیا سے حج و عمرہ کرنے کے لئے یہاں آتے ہیں۔ مسجد الحرام، عرفات، مشعر اور منیٰ اس شہر اور اس کے قرب و نواح میں واقع ہیں۔ کعبہ کو اللہ کے دو نبیوں جناب ابراہیمؑ اور جناب اسماعیلؑ نے مل کر تعمیر کیا تھا۔ اس کی تعمیر میں کسی غیر معصوم کا حصہ نہ تھا۔



جناب ابراہیمؑ اور جناب اسماعیلؑ خانۂ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے اور جبریل امین ان دونوں کا ہاتھ بٹا رہے تھے۔

کعبہ کے دروازہ کے پاس والے رکن یعنی ستون میں حجر اسود نصب ہے جو جنت کا ایک پتھر ہے۔ طواف کا آغاز اسی حجر اسود کے سامنے سے ہوتا ہے۔

کعبہ کی تاریخ کا سب سے مشہور واقعہ یہ ہے کہ جناب فاطمہؑ بنت اسد کعبہ کی اسی دیوار کے قریب دعا کر رہی تھیں کہ دیوار شق ہوئی اور آپ کعبہ کے اندر تشریف لے گئیں اور وہیں مولائے کائنات حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کی ولادت ہوئی۔

ہمارے رسول جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے تھے۔

آپ کے خاندان کے بزرگوں میں جناب عبدالمطلبؑ، جناب ابوطالبؑ کی قبریں مکہ ہی کے قبرستان میں ہیں جسے جنت المعلیٰ کہا جاتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ سے بیحد محبت تھی۔ جب آپؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو برابر مکہ کے حالات دریافت کیا کرتے تھے اور اپنے وطن میں پلٹ کر آنے کے خواہشمند تھے۔

یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو موقع دیا اور آپ ۸ھ میں اپنے اصلی وطن میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے۔

مکہ کا ایک شرف یہ بھی ہے کہ وہاں مسافر کو بھی پوری نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ مکہ حرم کا ایک حصہ ہے اس لئے وہاں نہ شکار کیا جاسکتا ہے۔ نہ جنگلی جانوروں کو مارا جاسکتا ہے، نہ ہی بغیر احرام مکہ میں داخل ہوا جاسکتا ہے۔



دوسرا شرف یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شہر میں اپنی زندگی کے ۵۳ سال گذارے اس لئے جگہ جگہ آپ کی یادگاریں موجود ہیں۔ آپ کا گھر، مسجد، شق القمر جیسے مقامات بکثرت ہیں جنھیں دشمنان اسلام مٹانے کے درپے ہیں۔ صرف غار حراء، غار ثور جیسی نشانیاں باقی ہیں۔

مدینہ منورہ

مدینہ منورہ عالم اسلام کا دوسرا مقدس ترین شہر ہے۔ یہ بھی حجاز میں ہے اسے حرم نبیؐ کہا جاتا ہے۔ عربی میں شہر کو مدینہ کہتے ہیں۔

پہلے مدینہ کا نام یثرب تھا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنا وطن بنا لیا تو اسے مدینۃ الرسول یعنی رسول کا شہر اور مدینۃ النبی یعنی نبی کا شہر کہا جانے لگا اور دھیرے دھیرے اس شہر کا نام مدینہ کہلانے لگا۔ اہلبیتؑ کا وطن بھی مدینہ ہے۔

مسجد النبی اور جنت البقیع کے درمیان ان حضرات کے گھروں پر مشتمل ایک پورا علاقہ محلہ بنی ہاشم کہلاتا تھا۔ خاندان رسولؐ سے دُشمنی کے نتیجہ میں آج اس کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہ گیا ہے۔



اسی مدینہ میں ایک مشہور قبرستان جنت البقیع ہے جہاں خاندان نبیؐ اور اصحاب نبی کے علاوہ چار اماموں حضرت امام حسن، حضرت امام زین العابدین، حضرت امام محمد باقر، حضرت امام جعفر صادق علیہم السلام اور معصومۂ عالم جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی قبریں ہیں۔

ان قبروں پر خوبصورت روضے بنے تھے جنھیں ۸ رشوال ۱۳۴۴ھ میں ظالموں نے مسمار کر دیا اور قبروں کے نشان بھی مٹا دیئے، صرف پتھر رکھے ہیں جن کے ذریعہ قبروں کا پتہ چلتا ہے۔

پیغمبرؐ اور اہلبیتؑ کی بے شمار نشانیاں مدینہ میں تھیں جنھیں دُشمن ایک ایک کر کے مٹا رہا ہے۔ مدینۂ منورہ کا یہ بھی شرف ہے کہ یہاں بھی مسافر کو پوری نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ مدینہ میں ہی مسجد النبی ہے جس مین ایک نماز کا ثواب دس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ اس سے زیادہ ثواب صرف مسجد الحرام میں نماز پڑھنے کا ہے۔ جہاں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ مدینہ ہی میں وہ مسجد ہے جس کا نام **مسجد ذوالقبلتین** یعنی **دو قبلوں والی مسجد** ہے۔ پہلے **پیغمبر اکرمؐ** بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ پھر عین نماز میں آیت آئی کہ اپنا رخ مسجد الحرام کی طرف موڑ دو۔ پیغمبر اکرمؐ نے درمیان نماز ہی **مسجد الحرام** کی طرف رُخ کر لیا۔ اسی لئے اس مسجد کو **مسجد ذوالقبلتین** کہتے ہیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو حج کے لئے مکہ جائے اور ہماری زیارت کے لئے مدینہ نہ آئے اُس نے ہم پر جفا کی اس لئے ہر حاجی کو زیارت پیغمبرؐ کے لئے مدینہ ضرور جانا چاہئے۔

۴۱

اکتالیسواں سبق



نجف اشرف

نجف عراق کا ایک بڑا مشہور شہر ہے۔آج سے بہت پہلے اسے ''ظہر کوفہ'' کہا جاتا تھا۔اُس زمانہ میں کوفہ کی آبادی بہت بڑی تھی۔ بے شمار باغات تھے۔دریا تھا پانی کا انتظام تھا۔حکومت نے اسے فوجی چھاؤنی بنا رکھا تھا۔نجف کوفہ سے باہر کا علاقہ تھا جسے کوفہ کی پشت کہا جاتا تھا۔ظہر کے معنیٰ ''پشت'' ہیں۔

یہاں تک کہ ۴۰ھ میں اسی کوفہ کی جامع مسجد میں مولائے کائنات حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کی شہادت ہوئی۔





آپ کی وصیت تھی کہ مجھے پشت کوفہ یعنی نجف میں دفن کیا جائے۔وہاں آپ کی قبر پروردگار کے مخصوص انتظام کی بنا پر پہلے سے تیار تھی۔امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے آپ کے جنازے کو اسی قبر میں دفن کیا۔

نجف اشرف کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ یہاں چار نبیوں کی قبریں ہیں: جناب آدم، جناب نوح، جناب ہود اور جناب صالح علیہم السلام یہ سب یہیں دفن ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام کا مزار بننے کے بعد سے اس جگہ نے شہرت پائی اور دھیرے دھیرے اس شہر کی آبادی بھی بڑھتی گئی اور آج لاکھوں تک پہنچ چکی ہے۔ یہ مولائے کائنات کی ایک برکت ہے کہ جس ویرانہ کو آپ نے اپنی آرامگاہ بنالیا وہ ویرانہ بھی آباد ہوگیا۔

ہزار سال پہلے یہ جگہ آباد ضرور تھی لیکن اس کی علمی اہمیت نہیں تھی۔ جب حکومت کے ظلم و جور نے شیخ ابوجعفر طوسیؒ پر بغداد میں ظلم ڈھائے اور آپ کا کتب خانہ جلا دیا تو آپ بغداد کو چھوڑ کر نجف اشرف تشریف لے آئے۔ شیخ طوسی علیہ الرحمہ شیعہ علماء میں اپنے وقت کے سب سے بڑے عالم تھے اور احادیث معصومینؑ کی اہم کتابوں کے مؤلف تھے۔

امیر المومنین علیہ السلام کے ہمسایہ ہونے کی برکت اور شیخ طوسی علیہ الرحمہ کی نیت کے خلوص کا اثر تھا کہ اس علمی درسگاہ کی اہمیت بڑھتی ہی گئی اور دنیا کا سب سے بڑا دینی مرکز نجف اشرف ہوگیا۔ جہاں لاکھوں علماء وفقہاء تیار ہوئے۔

مختلف موضوعات پر لاکھوں کتابیں لکھی گئیں اور چھاپی گئیں۔ بڑی بڑی لائبریریاں اور سینکڑوں کی تعداد میں کتابوں کی دوکانیں آج بھی جس کی گواہ ہیں۔

نجف میں مولا علیؑ کے روضہ کے علاوہ سینکڑوں نامور علماء ومراجع کی قبریں ہیں۔ مشہور اور مقدس قبرستان وادی السلام نجف ہی میں ہے۔ جس میں متعدد انبیاء، اولیاء اور صالحین کی قبریں ہیں۔

مرکز علم دشمنان اہلبیتؑ کی نگاہوں میں ہمیشہ کھٹکتا رہا اور اُسے اجاڑنے کی بار بار کوشش کی گئی۔ اور بار بار یہ آباد ہوتا رہا اور ہر بار پہلے سے بہتر شان وشوکت کے ساتھ علمی مرکز بن کر یہ اعلان کرتا رہا کہ ہم باب مدینۃ العلم کی چوکھٹ پر آباد ہیں ہمیں کوئی مٹا نہیں سکتا۔





۴۲

بیالیسواں سبق

خیر و برکت (۱)

کون نہیں چاہتا کہ اس کی روزی اور اس کے کاروبار میں برکت ہو۔ اس کے لئے سب خدا سے دعا کرتے ہیں ۔لیکن یہ کام صرف دعا سے نہیں ہوتا ۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ خدا اور معصومین علیہم السلام کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے زندگی بسر کی جائے ۔

وہ نیکیاں کی جائیں جن سے برکت پیدا ہوتی ہے اور اُن برائیوں سے پرہیز کیا جائے جن سے برکت چلی جاتی ہے۔

برکت و نحوست کا تعلق نہ کسی گھر اور جگہ سے ہوتا ہے، نہ کسی کی ذات اور نام سے۔ نہ کسی تاریخ یا دن سے ۔ برکت یا نحوست صرف انسان کے اعمال سے پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح کی باتیں سوچنا کہ جب سے اس گھر میں آئے ہیں نحوست چھائی رہتی ہے ۔ جب سے یہ کاروبار کیا ہے برکت چلی گئی ہے ۔ ایسی سبز قدم بہو آئی ہے کہ ہر طرف سے بیماری، پریشانی اور گھاٹے کا سامنا ہے۔ محض وہم کی باتیں ہیں ۔ ان کا نہ سچائی سے تعلق ہے اور نہ مذہب سے ۔ بلکہ یہ سوچ ضرور نحوست پیدا کرنے والی اور دنیا و آخرت میں گھاٹا دینے والی ہے۔

برکت کے معنی ہیں خدا کی طرف سے ایسا انتظام ہونا اور ایسے حالات پیدا ہونا جن سے اس کے بندوں کو اُن کی امید سے زیادہ فائدہ حاصل ہو اور اللہ کی دی ہوئی نعمتیں امید سے زیادہ مدت تک رہیں اور ظاہری طور پر کم ہونے کے باوجود زیادہ

لوگوں تک پہنچیں۔ برکت کیا ہے یہ سمجھانے کے لئے ہم ایک سچا قصہ بیان کرتے ہیں:

ایک مرتبہ مولا علی علیہ السلام نے تین درہم کا ایک اچھا سا لباس خرید کر رسولؐ اللہ کو تحفہ میں دیا کیونکہ تحفہ اچھا دینا چاہیئے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اتنا اچھا لباس لے کر کیا کروں گا۔ چلو اسے واپس کر کے کوئی **کم قیمت لباس** خرید لیتے ہیں۔ جو پیسے بچیں گے وہ کسی اور کے کام آئیں گے۔ ان حضرات نے **اچھا والا لباس** دوکان دار کو واپس کر کے **ایک درہم** کا لباس خریدا اس طرح اُنھیں دو درہم واپس مل گئے۔ واپسی پر **راستہ** میں ایک **بے لباس انسان** دکھائی دیا۔ آپؐ نے وہ لباس اُسے دے دیا اور پھر دو درہم میں سے ایک درہم کا دوسرا لباس خرید لیا اور پھر واپس چلے۔

اب راستے میں ایک کنیز پریشان اور روتی ہوئی دکھائی دی۔ پوچھنے پر اُس نے بتایا کہ اُس کی مالکہ نے ایک درہم دے کر کچھ خریدنے کے لئے بھیجا تھا جو اُس سے کہیں کھو گیا اور ڈھونڈھنے پر بھی نہیں مل رہا ہے۔ خالی ہاتھ واپس جائے گی تو سزا ملے گی۔

رسولؐ اللہ نے بچا ہوا ایک درہم اُس کو دے دیا۔ اُس نے کہا کہ جب اتنی مہربانی کی ہے تو میرے ساتھ چل کر میری سفارش بھی کر دیجئے تا کہ تاخیر سے لوٹنے کی مجھے سزا نہ ملے۔ رسولؐ اللہ اور حضرت علیؑ جب اُس کے گھر پر سفارش کرنے پہنچے تو گھر والوں کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا اسی خوشی میں اُن لوگوں نے کنیز، رسولؐ اللہ کو ہدیہ کر دی۔ رسولؐ اللہ نے فوراً اُسے آزاد کر دیا۔ اس کے بعد رسولؐ اللہ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: دیکھا علیؑ! اللہ نے تمہارے ۳ درہموں میں کتنی برکت دی۔ ایک بے لباس کو لباس ملا، ایک پریشان حال کی پریشانی دور ہوئی اور ایک کنیز کو آزادی مل گئی۔

قرآن کریم اور معصومینؑ کی حدیثوں میں خیر و برکت کے بہت سے اسباب بیان ہوئے ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں:

۱ خدا کی اطاعت

خداوند عالم کا ارشاد ہے:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (سورۂ اعراف، آیت ۹۶)

"اور اگر بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم اُن کے لئے زمین اور آسمان میں سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔"

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

تقویٰ سے مصیبتیں ٹل جاتی ہیں، انسان دشواریوں کا شکار ہونے کے بعد بھی اُن سے نجات پا جاتا ہے۔قحط کے بعد کرامتوں کی بارش شروع ہو جاتی ہے، ابر رحمت رک جانے کے بعد پھر سے برسنے لگتا ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

پروردگار نے ایک نبی پر وحی کی: جب بندے میری اطاعت کرتے ہیں تو میں اُن سے راضی ہوتا ہوں اور جب میں راضی ہوتا ہوں تو برکت نازل کرتا ہوں اور میری برکت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔



۲ عدل وانصاف سے کام لینا

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

بِالۡعَدۡلِ تَتَضَاعَفُ الۡبَرَکَاتُ

یعنی

عدل وانصاف سے برکتیں کئی گنا بڑھ جاتی ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں اگر لوگوں کے درمیان **عدل وانصاف** سے کام لیا جائے تو سب کے سب بے نیاز اور مالدار ہو جائیں اور پروردگار کے حکم سے آسمان ان پر روزی نازل کرے اور زمین اپنی برکتوں کو باہر نکال دے۔



۳ زکوٰۃ کی ادائیگی

حضرت امیر المومنینؑ نے جناب کمیلؓ سے فرمایا:

اے کمیلؓ برکت اُس کے مال میں ہوتی ہے جو زکوٰۃ نکالتا ہے، مومنین کی خبر گیری کرتا ہے اور رشتہ داروں کی مدد کرتا ہے۔



۴ شادی کرنا

رسول اکرمؐ نے فرمایا:

تَزَوَّجُوا لِلرِّزۡقِ فَاِنَّ لَهُنَّ الۡبَرَکَةُ

روزی کے حصول کے لئے شادی کرو اس لئے کہ بیویوں کے ساتھ برکت آتی ہے۔



آپؐ کا یہ بھی ارشاد ہے:

سب سے زیادہ بابرکت وہ عورت ہے جس کا خرچ کم ہو۔

۵ کھانے سے پہلے وضو کرنا اور ہاتھ دھونا

رسول خداؐ کا ارشاد ہے:

کھانے سے پہلے وضو کرنا اور ہاتھ دھونا اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا برکت اور سلامتی کا باعث ہے۔



امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

جو شخص اپنے گھر میں زیادہ برکتیں چاہتا ہے اُسے چاہیئے کہ کھانا کھانے سے پہلے وضو کرلے۔

٦ اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنا

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

آگاہ ہو جاؤ کہ ہر شخص کی روزی معین ہے جو اُس تک پہنچ کر رہے گی۔ اس لئے جتنی طے ہے جو شخص اُس پر راضی رہے گا اس کی روزی میں وسعت اور برکت پیدا ہو جائے گی۔ اور جو اُس پر راضی نہ رہے گا اُس کی روزی میں نہ برکت ہوگی نہ وسعت۔



۷ قرض دینا

رسولؐ اکرم کا ارشاد ہے:

تین کام روزی میں برکت کا باعث ہوتے ہیں:

۱ معینہ مدت کے لئے کوئی چیز اُدھار بیچنا۔

۲ قرض دینا۔

۳ گیہوں کے ساتھ جو ملا کر کھانا۔



۸ کھانے کی چیزوں کا تولنا

رسول مقبولؐ کا ارشاد ہے:

اپنے کھانے کی چیزوں کا وزن کرلیا کرو۔ اس میں برکت ہے۔

۴۳

تینتالیسواں سبق



خیر و برکت (۲)

۱ لوگوں سے نرمی برتنا

رسولؐ خدا کا ارشاد ہے:

لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کرنا برکت کا باعث ہے۔ جو شخص لوگوں کے ساتھ مروّت اور رعایت نہیں کرتا وہ خیر و برکت سے محروم ہوجاتا ہے۔

۲ صدقہ دینا

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اَلصَّدَقَةُ تُعۡفِي الدَّيۡنَ وَ تُخۡلِفُ الۡبَرَكَةَ

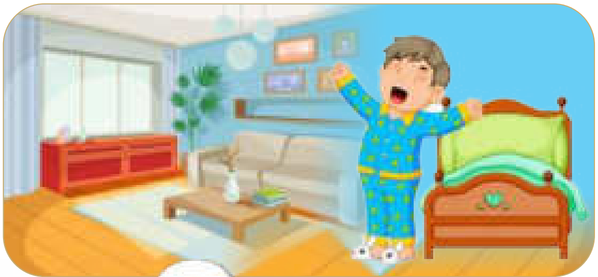
صدقہ قرض چکا دیتا ہے اور برکت چھوڑ جاتا ہے۔



۳ گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا

رسولؐ مقبول کا ارشاد ہے:

جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہوتو اُسے چاہیئے کہ سلام کرے اس لئے کہ یہ عمل اس گھر میں برکت کے نزول کا سبب ہے۔



۴ صبح سویرے اُٹھنا

حضرت ختمی مرتبتؐ نے امیرالمومنینؑ سے ارشاد فرمایا:

یَا عَلِیُّ اِنَّ اللّٰہَ بَارَکَ لِاُمَّتِیْ فِیْ بُکُوْرِھَا



اے علیؑ! پروردگار نے میری امت کے لئے صبح سویرے اٹھنے میں برکت رکھی ہے۔

جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا: صبح سویرے کاروبار کے لئے جاؤ اس میں برکت ہے۔

۵ تلاوت قرآن

جناب امیرالمومنینؑ کا ارشاد ہے:

جس گھر میں خدا کی یاد اور اس کا ذکر ہوتا ہے اس گھر میں برکتیں زیادہ ہوتی ہیں، فرشتے وہاں حاضر ہوتے ہیں اور شیاطین وہاں سے دور ہوجاتے ہیں۔



۶ بزرگوں کا احترام

رسول اکرمؐ نے بزرگوں کے احترام کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَلْبَرَکَۃُ مَعَ اَکَابِرِھِمْ

برکت اُن کے بزرگوں کے ساتھ ہے۔



۷ روٹی کا احترام

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

روٹی کا احترام کرو۔ اس لئے کہ پروردگار عالم نے آسمان کی برکتوں سے اتارا ہے۔ اور زمین کی برکتوں سے اُگایا ہے۔ روٹی کا احترام برکت کا باعث ہے۔



۸ گھر میں بیٹی کا ہونا

گھر میں بیٹی کا ہونا برکت نازل ہونے کا سبب ہے۔

رسولؐ اللہ کا ارشاد ہے:

جس گھر میں بیٹیاں ہوں اُس گھر پر ہر روز بارہ رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ اور اُس گھر میں فرشتوں کی آمد و رفت کا سلسلہ نہیں رکتا۔ ان کے باپ کے لئے شب و روز ایک سال کی عبادت لکھتے ہیں۔



۹ ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا

رسول مقبولؐ کی ہدایت ہے:

ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ۔ الگ الگ بیٹھ کر نہ کھاؤ اس لئے کہ برکت ایک ساتھ بیٹھ کر کھانے میں ہے۔

۱۰ دسترخوان پر نمک ہونا



حضرت ختمی مرتبتؐ نے فرمایا:

بے شک اُس دسترخوان پر چنی ہوئی نعمتوں میں برکت آجاتی ہے جس پر نمک موجود ہو۔



۱۱ بچوں کے اچھے نام رکھنا

جناب سید الانبیاءؐ نے فرمایا:

اگر گھر کے افراد میں سے کسی کا نام کسی نبی کے نام پر ہوگا تو اُس گھر میں برکتوں کا نزول ہوتا رہے گا۔

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: جس گھر میں محمد نام ہوگا وہ گھر بابرکت ہوگا۔

۱۲ شہد، دودھ اور گوشت

رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا:

بے شک پروردگار عالم نے شہد میں برکت رکھی ہے۔ ایک نبی نے بارگاہ خداوندی میں اپنے بدن کی کمزوری کی شکایت کی تو پروردگار نے اُن پر وحی نازل کی کہ گوشت اور دودھ کا استعمال کرو اس لئے کہ دونوں میں قوت و برکت ہوتی ہے۔

۴۴

چوالیسواں سبق



فضائل اہلبیتؑ کی چند آیتیں

آیۂ تطہیر

آیۂ تطہیر سورۂ احزاب کی تینتیسویں آیت ہے جس میں اہلبیتؑ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا

یعنی

اے اہلبیتؑ اللہ کا بس یہ ارادہ ہے کہ تم سے ہر قسم کی برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

چونکہ اس آیت میں طہارت اہلبیتؑ کا ذکر ہے اس لئے اس آیت کو آیۂ تطہیر کہتے ہیں اس آیت کا نزول ایک واقعہ سے متعلق ہے۔

اس واقعہ کی روایت حضرت فاطمہؑ کے بیان پر تمام ہوتی ہے اور چونکہ اس میں حضرت فاطمہؑ کی چادر کے تذکرہ کو خصوصیت حاصل ہے اور چادر کو عربی میں کساء کہتے ہیں لہٰذا اس واقعہ کو حدیث کساء اور پنجتن کو اصحاب کساء کہتے ہیں۔

صدیقۂ طاہرہؑ فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ میں اپنے جسم میں کمزوری محسوس کر رہا ہوں مجھے یمنی چادر لا کر اوڑھا دو۔ میں نے چادر اوڑھا دی ذرا دیر کے بعد ایک کے بعد ایک میرے

فرزند حسن وحسینؑ اور اُن کے بعد علیؑ آئے اور رسولؐ پر سلام کر کے اور اجازت لیکے چادر میں داخل ہو گئے۔ آخر میں اسی طرح میں بھی چادر میں داخل ہو گئی۔

ہم سب کے چادر میں جمع ہونے کے بعد پیغمبرؐ نے دعا کی پالنے والے یہ میرے اہلبیتؑ اور میرے عزیز قریب ہیں۔ جس سے انھیں اذیت ہوتی ہے اُس سے مجھے اذیت ہوتی ہے۔ میری اُس سے جنگ ہے جو اِن سے جنگ کرے اور اُن سے صلح وآشتی ہے جو ان سے صلح وآشتی رکھے۔ ان کے دشمن کا میں دشمن ہوں اور ان کے دوست کا میں دوست ہوں۔ یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

اس لئے اپنی صلوات، اپنی برکتیں، اپنی رحمت، اپنی مغفرت مجھ پر اور ان پر قرار دے اور ان سے ہر طرح کی برائی کو دور رکھ اور انھیں اُس طرح پاکیزہ رکھ جو پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔ خدا نے ملائکہ سے کہا کہ میں نے دنیا اور اُس کی ہر چیز ان پنجتن کی محبت میں پیدا کی ہے۔ اور اس کے بعد جبریل کو آیۂ تطہیر لیکر بھیجا۔

جب پنجتن چادر میں جمع ہو چکے اُس وقت اُمِّ سَلمَہ نے بھی پیغمبرؐ سے چادر میں آنے کی اجازت چاہی۔

آپ نے ام سلمہ کو چادر میں آنے کی اجازت نہیں دی۔ جناب ام سلمہ نے کہا کیا میں اہلبیتؑ نہیں ہوں؟ آپ نے فرمایا تم خیر پر ہو، تم ازواج پیغمبرؐ میں ہو۔

آیۂ تطہیر سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خوبی اہلبیتؑ سے دور نہیں ہو سکتی اور کوئی خرابی ان کے قریب نہیں آسکتی۔ لہٰذا ہم ان کی قربت چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے کردار میں خوبیوں کو بڑھانا ہوگا اور خود کو برائیوں سے بچانا ہوگا۔



آیۂ مودت

آیۂ مودت سورۂ شوریٰ کی تیئیسویں آیت ہے جس میں پروردگار عالم نے اہلبیتؑ سے مودت کو اجر رسالت قرار دیا۔

اس کا ارشاد ہے:

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔ (سورۂ شوریٰ آیت نمبر ۲۳)

یعنی

اے پیغمبرؐ! کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا علاوہ اس کے کہ میرے اقرباء سے محبت کرو۔

چونکہ اس آیت میں اہلبیتؑ سے مودت کا مطالبہ کیا گیا ہے اس لئے اس کو آیۂ مودت کہتے ہیں۔

یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جب انصار رسول نے راہ تبلیغ میں پیغبرؐ نے جو صعوبتیں برداشت کی تھیں اور انھیں جن زحمتوں کا سامنا تھا پیش کش کی کہ اسلام کی پیشرفت اور اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے ہمارے پاس جو کچھ دولت وثروت ہے اُس کا ایک تہائی حصہ ہم آپ کے اختیار میں دیتے ہیں۔ پیغمبر خداؐ خاموش رہے اُس وقت آیۂ مودت نازل ہوئی جس میں اللہ نے دولت وثروت کو نہیں بلکہ اہلبیتؑ کی مودت کو اجر رسالت قرار دیا۔

علماء اسلام نے تحریر کیا ہے کہ قربیٰ سے مراد اہلبیت علیہم السلام یعنی حضرت علیؑ حضرت فاطمہؑ اور اُن کی نسل کے گیارہ امامؑ ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت ہم اہلبیتؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

یعنی مولا علیؑ حضرت فاطمہؑ، حسن وحسین علیہما السلام اور اُن کے فرزندوں کے بارے میں۔

جناب ابن عباس راوی ہیں کہ آیۂ مودت کے نازل ہونے کے بعد لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کون لوگ ہیں جن سے محبت کا حکم دیا گیا ہے؟



پیغمبرؐ نے فرمایا: علیؑ وفاطمہؑ اور اُن کے فرزند۔

ظاہر ہے کہ پیغمبرؐ نے اجر کا مطالبہ اپنی ذات کے لئے نہیں کیا بلکہ اُن کا مقصد اپنی امت کی ہدایت کا انتظام کرنا اور اُنھیں راہ راست پر چلانا تھا اور یہ کام زبانی محبت سے نہیں ہوسکتا جب تک محبت کے تقاضوں کے مطابق عمل نہ ہو۔ لہٰذا بے عملی کے ساتھ مودت اجر رسالت نہیں بن سکتی۔

سورۂ دہر

سورۂ دہر قرآن مجید کا ۷۶ واں سورہ ہے اور اس کا نام سورۂ انسان اور سورۂ ھل اتیٰ بھی ہے۔ اس سورہ میں اہلبیتؑ کے ایثار اور خلوص نیت پر اللہ نے انکی مدح کی ہے۔

سورۂ دہر کے نزول کے بارے میں روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بار امام حسنؑ اور امام حسینؑ بیمار ہوئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے مطابق حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ نے بچوں کی صحت کے لئے تین روزوں کی نذر مانی۔ بچوں کے شفایاب ہونے پر حضرت علیؑ اور جناب فاطمہ زہراؑ نے روزے رکھے۔ اگرچہ نذر صرف ماں باپ نے کی تھی۔ لیکن نہ صرف کمسن بچوں نے بھی روزے رکھے جو ابھی بیماری سے شفایاب ہوئے تھے بلکہ گھر کی کنیز فضہ نے بھی روزے رکھے۔

لیکن تینوں دن ایسا ہوا کہ یہ حضرات روزہ کھولنے بیٹھتے تو کوئی نہ کوئی مانگنے والا آجاتا۔ کبھی کوئی مسکین کبھی کوئی یتیم اور کبھی کوئی قیدی۔ افطار میں صرف جو کی روٹیاں ہوتی تھیں اور سب اپنے اپنے سامنے کی روٹی اٹھا کر مانگنے والے کو دے دیتے تھے اور افطار صرف پانی سے کر کے شکر خدا بجالاتے تھے۔

چوتھے دن جب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملنے آئے تو کمزوری اور بھوک کی شدت سے دونوں بچے کانپ رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اسی وقت جنت سے سب کے لئے کھانا آیا اور خدا نے سورۂ دہر بھی نازل فرمایا۔ جس میں اہلبیتؑ کے اس ایثار، قربانی، خیرات اور خلوص نیت کی مدح وثنا کی گئی۔ اللہ نے اہلبیتؑ کے ایثار اور خلوص نیت کو ان لفظوں میں بیان کیا:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴿٨﴾ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ﴿٩﴾ (سورۂ دہر آیت نمبر ۸، ۹)

وہ کھانے کی شدید خواہش کے باوجود مسکین و یتیم اور اسیر کو کھانا کھلا دیتے ہیں۔ ہم صرف اللہ کی مرضی کی خاطر کھلاتے ہیں۔ تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں، نہ شکریہ۔

اہلبیتؑ کا یہ عمل ہمیں زندگی سنوارنے کے لئے بہت سے سبق دیتا ہے۔

۱ جب کوئی مشکل پڑ جائے تو اللہ کی بارگاہ سے رسولؐ کے بتائے ہوئے طریقہ یعنی سنت رسولؐ کے مطابق نذر کر کے مدد طلب کریں اپنے ایجاد کردہ طریقوں سے نہیں۔

۲ نذر کی وجہ سے روزے صرف حضرت علیؑ اور جناب فاطمہ زہراؑ پر واجب ہوئے تھے۔ مگر امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام نے بھی کمسنی کے باوجود روزے رکھے اور فضہ نے بھی۔ اس سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے کہ اچھے کام صرف اُنھیں کو نہیں کرنا چاہئے جن کا فریضہ ہو بلکہ کنبہ والوں اور دوسرے متعلقین کو بھی اچھے کام میں شریک ہونا چاہئے۔

۳ اللہ کی نگاہ میں پسندیدہ خیرات وہ ہے جس کا آدمی خود بھی ضرورت مند ہو مگر اپنی ضرورت روک کر دوسرے کی ضرورت پوری کرے۔

۴ نیکی کر کے بتانے اور اپنی نیک نیتی کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ انسان کی نیت اور خلوص عمل کی اس حد تک قدر کرتا ہے کہ **كَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُوراً** یعنی تمہاری کوشش لائق شکریہ ہے۔

۵ نیکیاں انجام دینے کے باوجود روز قیامت کی سختی سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ اس لئے کہ اہلبیتؑ کے اس پاک و پاکیزہ عمل کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے:

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيراً (سورۂ دہر، آیت نمبر ۷)

یعنی

وہ نذر کو پورا کرتے ہیں اور اُس دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی ہر طرف سے پھیلی ہوئی ہے۔



۴۵

پینتالیسواں سبق



نحوست (۱)

اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی ظاہری فراوانی کے باوجود ضروریات زندگی کا پورا نہ ہو پانا۔ وافر مقدار میں نعمتوں کے باوجود کمی کا احساس ہونا۔ مال و دولت، اقتدار اور حکومت جیسے زندگی کے وسائل فراہم ہونے کے باوجود سکون نہ ملنا۔ بے چینی اور الجھنوں کا شکار رہنا۔ مصیبتوں سے چھٹکارا نہ پانا۔ غرض کہ برکت کا چھن جانا نحوست ہے۔ یہ صرف بداعمالی کا نتیجہ ہے۔ کسی گھر، کسی شخص، کسی نام یا دن تاریخ کا نحوست سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

لہٰذا ہمیں اُن کاموں کے بارے میں معصومین علیہم السلام کے ارشادات سے معلومات حاصل کرنا چاہیۓ۔ جن سے زندگی میں نحوست پیدا ہوتی ہے۔ اور اُن سے بچنا چاہیۓ۔

بعض لوگ نحوست دور کرنے کے لئے باباؤں اور نجومیوں کے پاس جاتے ہیں اور اُن کے بتائے ہوئے ٹوٹکوں اور اُن کی جھاڑ پھُونک کا سہارا لیتے ہیں۔ جبکہ نحوست کا تدارک صرف بداعمالیاں ترک کر دینے اور خدا پر اعتماد کرنے سے ہی ہوسکتا ہے۔

چنانچہ حضرت علی علیہ السلام جنگ نہروان میں جانے کے لئے گھوڑے پر سوار ہو چکے تھے تو ایک شخص نے یہ کہہ کر روکا کہ یہ ساعت نحس ہے اور ستاروں کی چال کہہ رہی کہ اگر آپ نے اس گھڑی قدم بڑھائے تو سب کے سب مارے جائیں گے اور آپ کو شکست ہوگی۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا اگر تیری یہ بات مان لیں تو اللہ اور قرآن کو جھٹلانا پڑے گا۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم تمام کاموں میں اللہ پر توکل اور بھروسہ کریں اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ اللہ پر بھروسہ کر کے آگے بڑھو۔ اُس کی باتوں پر ہرگز دھیان نہ دو۔

لشکر گیا، لڑا اور بہت کم وقت میں بہت بڑی کامیابی حاصل کی۔ کوئی نقصان اٹھائے بغیر حضرت علی علیہ السلام کے لشکر نے نہروانیوں کو تہس نہس کر دیا۔ اس طرح کہ آٹھ۔ نو کے علاوہ کوئی خارجی نہ بچا۔ وہ بھی اس لئے بچے کہ مولاؑ کا حکم تھا کہ بھاگنے والوں کا پیچھا نہ کیا جائے۔

نحوست سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ معصومین علیہم السلام کے ارشادات کی روشنی میں نحوست اور بے برکتی کے اسباب معلوم کئے جائیں۔ ان میں سے کچھ یہ ہیں:



۱ گناہ

جناب امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا:

بندوں کے برے اعمال کی وجہ سے خداوند عالم ان کو پھلوں کی پیداوار میں کمی، بے برکتی اور بھلائی کے خزانے سے محرومی کے ذریعہ سختیوں اور مشکلات میں مبتلا کر دیتا ہے۔

۲ اہل علم سے دوری

رسولؐ خدا نے آخری زمانے کے حالات کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

ایک ایسا وقت بھی آئے گا جب لوگ اہل علم سے ایسے بھاگیں گے جیسے بھیڑ، بھیڑیے سے بھاگتی ہے۔ اس وقت پروردگار عالم انھیں تین مصیبتوں میں مبتلا کر دے گا:



۱ اُن کے مال و دولت سے برکت اُٹھ جائے گی۔

۲ ان پر ظالم حکمراں مسلّط ہو جائیں گے۔

۳ وہ دنیا سے ایمان کھو کر رخصت ہوں گے۔



۳ موسیقی، جوا اور شراب

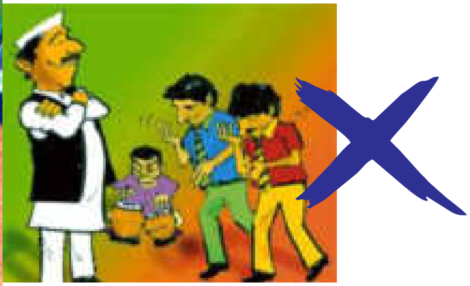
امام جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا:

ملائکہ اُس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں شراب اور موسیقی کے آلات یا جوا کھیلنے کا سامان ہو، اس گھر کے لوگوں کی دعا مستجاب نہیں ہوتی اور ان کی زندگی سے برکت اٹھالی جاتی ہے۔

۴ کاروبار میں قسم کھانا

جناب امیر المومنینؑ نے ایک دن کاروباریوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اے کاروباریو! تم پر سلام، قسم کھانے میں خدا سے ڈرو۔ اس لئے کہ مال کے کم ہونے اور برکت کے اٹھ جانے کا سبب ہے۔



۵ خوشامد اور چاپلوسی

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے:

جب کوئی مومن کسی صاحب اقتدار یا کسی ایسے شخص کے سامنے انکساری کرتا ہے جس سے رابطہ اس کے دین کے لئے نقصان دہ ہے اور اس انکساری کا مقصد صاحب اقتدار سے کچھ پانا ہو تو خداوند عالم ایسے مومن کو اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور اس پر غضبناک ہوتا ہے اور اگر وہ اس راہ سے کوئی مال حاصل بھی کر لے یا ان لوگوں کی دنیا سے اسے کچھ مل جائے تو خداوند عالم اس مال سے برکت اٹھالیتا ہے۔



۶ ساجھے داری میں خیانت

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

خداوند عالم کا دست قدرت وعنایت اس وقت تک ساجھے داروں کے ہاتھوں پر رہتا ہے جب تک ان میں سے کوئی ایک ساجھے دار دوسرے کے ساتھ خیانت نہ کرے اور جب کوئی خیانت کرتا ہے تو خدا اپنا ہاتھ کھینچ لیتا ہے اور اپنی برکت اٹھالیتا ہے۔

۴۶

چھیالیسواں سبق



نحوست (۲)

۷ مال حرام

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

مال حرام کبھی زیادہ نہیں ہوتا۔ اگر زیادہ ہو بھی جائے تو اس میں برکت نہیں ہوتی اور مال حرام سے کئے ہوئے کارخیر میں کوئی اجر و ثواب نہیں ملتا۔ ایسا شخص اُس مال حرام سے جو کچھ چھوڑ کر جائے گا وہ ایسی جگہ خرچ ہوگا جو اس کے جہنم میں جانے کا سبب بنے۔



۸ نماز کی ادائیگی میں ٹال مٹول

جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا ارشاد ہے:

میں نے اپنے پدر بزرگوار سے دریافت کیا ''جو شخص نماز کی ادائیگی میں سستی اور کوتاہی کرے وہ شخص کیسا ہے؟''

آپؐ نے فرمایا:

ایسا شخص دنیا و آخرت میں ۱۶ قسم کی مصیبتوں اور مشکلوں میں گرفتار ہوگا۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ پروردگار اُس

روزی سے برکت اٹھالے گا اور دوسرا اثر یہ ہے کہ اس عمر سے برکت اٹھالے گا۔

۹ بسم اللہ کہے بغیر کھانا

رسولؐ خدا سے پوچھا گیا کہ کیا شیطان انسان کا ہم نوالہ ہوسکتا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: ہاں ہوسکتا ہے اس لئے کہ جس دسترخوان پر نام خدا نہ لیا جائے شیطان اس دسترخوان پر کھانے والوں کا ہم نوالہ ہوجاتا ہے اور خدا اُس دسترخوان سے برکت اٹھالیتا ہے۔



۱۰ دسترخوان پر نمک نہ ہونا

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

جس دسترخوان پر نمک نہ ہو وہ بے برکت ہے۔

۱۱ گھر میں قرآن کی تلاوت کا نہ ہونا

امیرالمومنینؑ نے فرمایا:

جس گھر میں قرآن مجید کی تلاوت اور خدا کی یاد نہ ہو اس گھر کی برکتیں ختم ہوجاتی ہیں، فرشتے اُس گھر سے دور ہوجاتے ہیں اور شیاطین وہاں آجاتے ہیں۔



۱۲ فضول خرچی

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

فضول خرچی برکت کے کم ہونے کا باعث ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

فضول خرچی اور تنگ دستی ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔

۱۳ زکوٰۃ ادا نہ کرنا

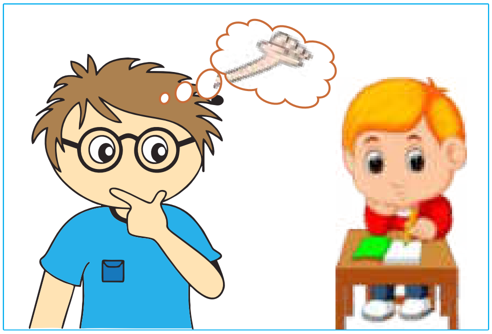
رسولؐ مقبول نے ارشاد فرمایا:

جب زکوٰۃ نہ نکالی جائے تو زمین بھی اپنی برکتوں کو روک لیتی ہے۔

۱۴ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے گریز

رسولؐ مقبول کا ارشاد ہے:

جب تک میری امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتی رہے گی اس وقت تک اس کی حالت ٹھیک رہے گی۔ لیکن اگر ان فریضوں کو ترک کر دیا تو اُن کے درمیان سے برکت اٹھ جائے گی۔



۱۵ بُری نیت

جناب امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

جب نیک نیتی نہ رہے تو برکتیں اٹھ جاتی ہیں۔



۱۶ بدکاری

امام علی رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے:

بدکاری سے دور رہو اس لئے کہ بدکاری برکت کو ختم اور دین کو برباد کر دیتی ہے۔



۱۷ ظلم و جور

جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا:

جب ظلم و جور عام ہو جاتا ہے تو برکتیں ختم ہو جاتی ہیں۔



۱۸ مسلمان کا حق ادا نہ کرنا

حضرت ختمی مرتبتؐ کا ارشاد ہے:

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کا حق ادا نہ کرے گا اس کی روزی سے خدا برکت اٹھا لے گا، جب تک وہ توبہ نہ کر لے۔

۱۹ گرم گرم کھانا کھانا

ایک دن رسول اکرمؐ نے جب دست مبارک کو کھانے کی طرف بڑھایا تو دیکھا کھانا بہت گرم ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اِسے ابھی چھوڑ دو۔ ذرا ٹھنڈا ہو جائے۔ اس لئے کہ وہ اپنے ساتھ زیادہ برکت لائے گا۔

اسی طرح آپؐ نے فرمایا:

گرم کھانے کو چھوڑ دو یہاں تک کہ ٹھنڈا اور کھانے کے قابل ہو جائے۔ کیونکہ گرم گرم کھانا کھانا بے برکتی کا سبب ہے اور ایسے کھانے میں شیطان کا حصہ ہوتا ہے۔

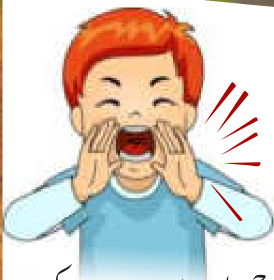
یہاں گرم کھانا نہ کھانے سے مراد یہ ہے کہ اتنا انتظار کیا جائے کہ کھانا خود سے ٹھنڈا ہو جائے ورنہ کھانے کو پھونک کر ٹھنڈا کرنا بھی بے برکتی کا سبب ہے۔



۲۰ غضب پروردگار

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب خدا لوگوں سے ناراض ہوتا ہے اور اُن کو سزا دینا چاہتا ہے تو ان پر مہنگائی مسلط کر دیتا ہے، ان کی عمریں کم کر دیتا ہے، اس قوم کے تاجر کاروبار سے منافع نہیں کما پاتے اور نہریں بہنا اور چشمے ابلنا چھوڑ دیتے ہیں۔



۲۱ گالی بکنا

امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

جو شخص کسی کو گالی دیتا ہے خدا اُس کی روزی سے برکت اٹھا لیتا ہے اور اُسے اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور اس کی زندگی تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔



۲۲ ناپ تول میں کمی کرنا

رسول مقبولؐ نے فرمایا:

جب لوگ ناپ تول میں کمی کر کے بیچنے لگیں گے تو خدا بھی قحط اور گھاٹے کے ذریعہ انہیں سزا دے گا۔

۲۳ ذخیرہ اندوزی

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

جو شخص لوگوں کے ضروریات زندگی کا سامان لا کر بیچتا ہے وہ اپنی روزی کماتا ہے۔ اور جو شخص اِن چیزوں کی ذخیرہ اندوزی کر کے ان کے مہنگا ہونے کا انتظار کرتا ہے وہ لعنتی ہے۔





سوالنامہ



سوالات سبق نمبر ۱

۱ دنیا کی چیزیں کس کے لئے پیدا کی گئی ہیں؟

۲ انسان کی خلقت کا مقصد کیا ہے؟

۳ ہمیں کون سے کام کرنا چاہئے اور کون سے نہیں کرنا چاہئے؟

۴ امام حسن عسکری علیہ السلام نے انسان کی خلقت کا کیا مقصد بتایا ہے؟

سوالات سبق نمبر ۲

۱ خدا کو کیسا مانیں؟

۲ خدا کے مدرک ہونے کا کیا مطلب ہے؟

۳ خدا متکلم ہے مثال دیکر سمجھاؤ۔

۴ خدا کی مورتی بنانے یا اسکی کوئی صورت دماغ میں سوچنے میں کیا خرابی ہے؟

سوالات سبق نمبر ۳

۱ صفات سلبیہ کا جاننا کیوں ضروری ہے؟

۲ خدا مرکب نہیں مثال دیکر سمجھاؤ۔

۳ خدا کی صفتیں زائد بر ذات ماننے میں کیا خرابی لازم آئے گی؟

سوالات سبق نمبر ۴

۱ خدا کی ذات وصفات اور بندہ کی ذات وصفات میں کیا فرق ہے؟

۲ خدا کی ذات وصفات کا ایک ہونا کیوں ضروری ہے؟

سوالات سبق نمبر ۵

۱ عقائد اور احکام میں کیا فرق ہے؟

۲ دین اور شریعت میں کیا فرق ہے؟

۳ عمل کے بغیر عقیدہ کیسا ہوتا ہے؟

سوالات سبق نمبر ۶

۱ غسل میت کے احکام کیا ہیں؟

۲ غسل میت کا طریقہ کیا ہے؟

۳ کفن کس طرح پہنایا جائے گا؟

۴ مرنے والے کو کس طرح لٹایا جائے؟

۵ غسل میت کب واجب ہوتا ہے؟

۶ حنوط کا طریقہ بتاؤ۔

سوالات سبق نمبر ۷

۱ نماز میت کے احکام کیا ہیں؟ ۲ نماز میت کے شرائط بیان کرو؟

۳ اگر میت بغیر نماز میت کے دفن ہوگئی ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ ۴ نماز میت کی ترکیب بتاؤ۔

سوالات سبق نمبر ۸

۱ کاندھا دینے کا طریقہ بتاؤ۔ ۲ دفن کا طریقہ بتاؤ۔

۳ تلقین کتنی بار پڑھی جائے گی اور کب؟ ۴ غسل مس میت کب واجب ہوگا اس کا طریقہ کیا ہے؟

سوالات سبق نمبر ۹

۱ نماز وحشت کے دوسرے نام کیا ہیں؟

۲ نماز وحشت کب پڑھی جاتی ہے؟ ۳ نماز وحشت کی ترکیب بتاؤ۔

سوالات سبق نمبر ۱۰

۱ خدا کے مرید ہونے کے کیا معنیٰ ہیں؟

۲ جناب ابراہیم کے لئے آگ کیوں ٹھنڈی ہوئی ؟ ۳ جناب موسیٰ کے لئے آگ کیوں نہیں ٹھنڈی ہوئی ؟

سوالات سبق نمبر ۱۱

۱ خدا کے قادر ہونے کا مطلب کیا ہے؟

۲ خدا قادر ہے تو کیا ظلم بھی کرے گا؟ ۳ خدا برائی کیوں نہیں کرتا مثال دے کر سمجھاؤ۔

سوالات سبق نمبر ۱۲

۱ اللہ نے روزہ کیوں واجب کیا ہے؟

۲ روایات کی روشنی میں روزہ کی فضیلت بیان کرو۔ ۳ چاند کے ثابت ہونے کے ذرائع کیا ہیں؟

۴ کن لوگوں پر روزہ واجب نہیں ہے؟ ۵ روزہ کب قصر ہوتا ہے؟

سوالات سبق نمبر ۱۳

۱ روزہ کن باتوں سے ٹوٹ جاتا ہے؟

۲ اگر کوئی روزہ توڑنے کا ارادہ کرے اور نہ توڑے تو کیا حکم ہے؟ ۳ برش یا منجن کرنے سے کیا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

سوالات سبق نمبر ۱۴

۱ وہ کون سے مقامات ہیں جہاں روزہ دار پر صرف قضا واجب ہوتی ہے۔

۲ ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک بیمار رہنے والے کے لئے کیا حکم ہے؟

۳ روزہ کا کفارہ کیا ہے؟ ۴ تینوں کفارے کب واجب ہوتے ہیں؟

سوالات سبق نمبر ۱۵

۱ وہ کام کون سے ہیں جن میں انسان کو دخل نہیں ہے؟

۲ وہ کام کون سے ہیں جو صرف بندہ کرتا ہے؟ ۳ کیا انسان ہر کام کرسکتا ہے؟ حضرت علیؑ نے کیا بتایا؟

۴ ''بندہ اپنے کام خود کرتا ہے'' یہ بات امام جعفر صادقؑ نے ابوحنیفہ کو کیسے سمجھائی؟

سوالات سبق نمبر ۱۶

۱ بہلولؒ کون تھے؟

۲ امام جعفر صادقؑ کی کون سی تین باتیں ابوحنیفہ کی سمجھ میں نہیں آتی تھیں؟

۳ بہلولؒ نے تینوں باتیں ابوحنیفہ کو کیسے سمجھائیں؟

سوالات سبق نمبر ۱۷

۱ حج واجب ہونے کے شرائط کیا ہیں؟ ۲ مستطیع کسے کہتے ہیں؟

۳ جس پر حج واجب ہوا اور وہ حج نہ کرے اور غریب ہوجائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

۴ جس شخص کی بیٹیوں کی شادی ہونا ہے اس پر حج واجب ہے یا نہیں؟ ۵ کیا مستحب کے لئے واجب چھوڑ سکتے ہیں؟

سوالات سبق نمبر ۱۸

۱ زکوٰۃ کے معنیٰ بتاؤ؟ ۲ زکوٰۃ مال اور زکوٰۃ بدن میں کیا فرق ہے؟

۳ زکوٰۃ کا مصرف کیا ہے؟ ۴ فطرہ کا مصرف اور اس کے شرائط بتاؤ۔

سوالات سبق نمبر ۱۹

۱ آیۂ بلغ اور آیۂ اکمال میں خدا نے کیا فرمایا ہے؟

۲ واقعہ ذوالعشیرہ کیا ہے؟ ۳ واقعہ غدیر سے خلافت ثابت کرو۔

۴ حضرت علی علیہ السلام کو شیعہ اور سنی کس فرق کے ساتھ مانتے ہیں؟

سوالات سبق نمبر ۲۰

۱ رسولؐ نے اپنے کتنے جانشین بتائے ہیں؟ اور کس فرقے کے اماموں کی تعداد بارہ ہے؟

۲ نبیؐ نے اپنے جانشینوں کے نام، ولدیت، لقب اور ترتیب کس طرح بتائی ہے؟

۳ حدیث ثقلین کسے کہتے ہیں؟ اور اس سے تم کیا سمجھتے ہو؟

۴ ائمہ اہلبیتؑ کو امام ماننا صاحبان ایمان کے لئے کیوں ضروری ہے؟

سوالات سبق نمبر ۲۱

۱ امام زمانہؑ کی عمر اس وقت کیا ہے؟

۲ کسی کی طولانی عمر پر تعجب کیوں نہیں کرنا چاہئے؟ ۳ بارہویں امامؑ کے وجود پر کوئی ایک آیت سنا کر دلیل دو۔

۴ امام عصرؑ کے وجود پر کوئی حدیث پیش کرو۔

سوالات سبق نمبر ۲۲

۱ نواب اربعہ کے نام بتاؤ۔ ۲ نواب اربعہ میں سے کسی کا کوئی واقعہ بیان کرو۔

۳ نواب اربعہ کے زمانے کی مدت بیان کرو۔ ۴ نواب اربعہ کے بعد ہمارا فریضہ کیا ہے؟

سوالات سبق نمبر ۲۳

۱ امیر المومنینؑ کے ارشادات کی روشنی میں قرآن کی فضیلت بیان کرو۔

۲ تلاوت قرآن کے سلسلے میں پیغمبر اکرمؐ کی کوئی دو حدیثیں پیش کرو۔

۳ تعلیم قرآن کے سلسلے میں رسول اکرمؐ نے کیا فرمایا ہے؟

۴ قرآن کی تلاوت سننا رسول اللہؐ کی نظر میں کیسا ہے؟

سوالات سبق نمبر ۲۴

۱ خمس کن چیزوں پر واجب ہے؟

۲ خمس کا مصرف کیا ہے؟

۳ امامؑ کا حق کسے دیا جائے گا؟

۴ کیا ایک فقیہ کا مقلد دوسرے فقیہ کی اجازت پر سہم امامؑ خرچ کر سکتا ہے؟

سوالات سبق نمبر ۲۵

۱ مرد اور عورت کے لئے کون سے افراد نامحرم ہیں؟

۲ وتیج اور نان وتیج کھانوں کا کیا حکم ہے؟

۳ ڈاڑھی مونڈنا کیسا ہے؟

۴ کس عمر میں لڑکا اور لڑکی بالغ ہوتے ہیں؟

سوالات سبق نمبر ۲۶

۱ خداوند عالم نے ماں باپ کے سلسلے میں کیا فرمایا ہے؟

۲ ماں باپ کے حقوق کے بارے میں تمھیں اسلام نے کیا بتایا؟

۳ امام جعفر صادق علیہ السلام نے حسن سلوک کے کیا معنیٰ بتائے ہیں؟

سوالات سبق نمبر ۲۷

۱ برزخ کیوں رکھا گیا ہے؟

۲ جسم مثالی کسے کہتے ہیں؟

۳ فشار قبر کیا ہے اور کسے نہیں ہوتا؟

۴ برزخ میں مرنے والے کو آرام پہنچانے کا طریقہ کیا ہے؟

۵ برزخ میں مومن اور غیر مومن کی روحیں کہاں رہتی ہیں؟

سوالات سبق نمبر ۲۸

۱ مردوں کے زندہ ہونے پر تعجب کیوں نہیں کرنا چاہئے؟

۲ کیسے معلوم ہوا کہ اللہ مردوں کو ریزہ ریزہ ہوجانے کے بعد بھی زندہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے؟

سوالات سبق نمبر ۲۹

۱ عمل کے لئے کون سی جگہ مخصوص ہے؟ ۲ جزا اور سزا کہاں ملے گی؟

۳ خیرات کا فائدہ کیا ہے؟ اور اس کی جزا کہاں ملے گی؟ ۴ اللہ نے حساب کتاب کیوں رکھا ہے؟

سوالات سبق نمبر ۳۰

۱ غیبت اور بہتان میں کیا فرق ہے؟ ۲ غیبت بدکاری سے کیوں بدتر ہے؟

۳ کیا غیبت زبان کے بغیر بھی ہوسکتی ہے؟ ۴ کن مقامات پر غیبت جائز ہے؟

۵ جھوٹ میں کیا خرابی ہے؟ ۶ کن مقامات پر جھوٹ بولنا جائز ہے؟

سوالات سبق نمبر ۳۱

۱ معصومینؑ کے ارشادات کی روشنی میں ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا ہے؟

۲ جریح کا واقعہ کیا ہے؟

سوالات سبق نمبر ۳۲

۱ تولاّ و تبرّا کے کیا معنیٰ ہیں؟

۲ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مطلب بتایئے۔

سوالات سبق نمبر ۳۳

۱ واجبات کے ساتھ نماز کے مستحبات کا خیال رکھنا کیوں ضروری ہے؟

۲ نماز کے عام مستحبات کیا ہیں؟ ۳ اذان و اقامت کے پانچ مستحبات بیان کرو۔

۴ اذان و اقامت کی مکروہ چیزیں کیا ہیں؟

سوالات سبق نمبر ۳۴

۱ تکبیرۃ الاحرام میں کن چیزوں کی رعایت مستحب ہے؟

۲ قیام کے پانچ مستحبات بیان کرو۔

۳ قرأت آٹھ مستحبات بتلایئے۔

۴ قرأت کی مکروہ چیزیں بیان کیجئے۔

۵ قنوت کے مستحبات بیان کرو۔

سوالات سبق نمبر ۳۵

۱ رکوع کے پانچ مستحبات بیان کرو۔

۲ رکوع کی مکروہ چیزیں بیان کیجئے۔

۳ سجدہ کے پانچ مستحبات بیان کرو۔

۴ تشہد وسلام کے مستحبات بیان کرو۔

سوالات سبق نمبر ۳۶

۱ بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں اسکے مستحبات بیان کرو۔

۲ نماز کی مکروہ چیزوں میں سے دس چیزیں بیان کرو۔

۳ خواتین سے مخصوص مستحبات کا ذکر بتلایئے۔

سوالات سبق نمبر ۳۷

۱ تقیہ کیا ہے؟

۲ تقیہ کے شرائط کیا ہیں؟

۳ تقیہ کب حرام ہے؟

۴ جناب حزقیلؑ کا واقعہ کیا ہے؟

۵ امام حسین علیہ السلام نے تقیہ کیوں نہیں کیا؟

سوالات سبق نمبر ۳۸

۱ پیغمبرؐ اسلام کی ہجرت کی تاریخ اور سنہ بتایئے؟

۲ عالم اسلام کی پہلی مسجد کا نام کیا ہے؟

۳ پیغمبرؐ اسلام نے شب ہجرت اپنے بستر پر کس کو سلایا تھا؟

۴ پہلی نماز جمعہ کب اور کہاں پڑھی گئی؟

سوالات سبق نمبر ۳۹

۱ مباہلہ کے معنیٰ کیا ہیں؟

۲ مباہلہ میں نبیؐ کے ساتھ کون کون گیا تھا؟

۳ عیسائیوں نے مباہلہ کیوں نہیں کیا؟

۴ آیۂ ولایت میں خدا نے کیا فرمایا ہے؟

۵ آیۂ ولایت کب نازل ہوئی؟

سوالات سبق نمبر ۴۰

۱ مکہ کو کن کن ناموں سے یاد کیا جاتا ہے؟ ۲ کعبہ کا مشہور واقعہ کیا ہے؟

۳ جناب عبدالمطلبؑ اور جناب ابوطالبؑ کی قبریں کہاں ہیں؟ ۴ طواف کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے؟

سوالات سبق نمبر ۴۱

۱ نجف اشرف میں کتنے نبیوںؑ کی قبریں ہیں؟

۲ حضرت علی علیہ السلام کی قبر کہاں ہے؟ ۳ نجف اشرف کو علمی مرکزیت کیسے ملی؟

۴ نجف اشرف کی علمی مرکزیت کیسے ختم ہوئی؟ ۵ آج نجف اشرف کی صورتحال کیا ہے؟

سوالات سبق نمبر ۴۲

۱ برکت کے معنیٰ کیا ہیں؟

۲ برکت کے سلسلے میں خداوند عالم نے قرآن مجید میں کیا فرمایا ہے؟

۳ برکت کے سلسلے میں کوئی واقعہ بیان کریں؟

۴ معصومین علیہم السلام کے ارشادات کی روشنی میں تین اسباب برکت بیان کرو؟

سوالات سبق نمبر ۴۳

۱ کوئی پانچ اسباب برکت بیان کرو؟

۲ گھر کے افراد میں سے کسی کا نام کسی نبی کے نام پر ہونا کیسا ہے؟

۳ صدقہ دینے اور قرض دینے کی فضیلت بیان کرو۔

۴ صبح سویرے اٹھنے، تلاوت قرآن اور اول وقت نماز کے فائدے بتاؤ۔

سوالات سبق نمبر ۴۴

۱ آیت تطہیر کی شان نزول بیان کیجئے۔

۲ آیۂ مودت میں خدا نے کیا فرمایا ہے؟ ۳ سورۂ دہر کس کی شان میں نازل ہوا؟

۴ اہلبیتؑ کے عمل سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

سوالات سبق نمبر ۴۵

① نحوست کیا ہے؟

② معصومینؑ کے ارشادات کی روشنی میں اسباب نحوست بیان کیجئے۔

③ نماز کی ادئیگی میں ٹال مٹول کیسا ہے؟ ④ چاپلوسی کا نقصان کیا ہے؟

سوالات سبق نمبر ۴۶

① فضول خرچی اور بری نیت کے نقصانات بیان کیجئے۔

② گرم گرم کھانا کھانے کے سلسلے میں رسول اکرمؐ نے کیا فرمایا ہے؟

③ ذخیرہ اندوزی کے سلسلے میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے کیا فرمایا ہے؟

امامیہ دینیات

درجۂ پنجم

IMAMIA DEENYAT

Book Five

TANZEEMUL MAKATIB

- 28 Jagat Narain Road, Golaganj Lucknow 226018, U.P. India
- Ph. 0522-4080918,08090065982,09044065985
- Email.tanzeem@tanzeemulmakatib.org,
  makatib.makatib@gmail.com
- website:tanzeemulmakatib.org